شانتی

مارتنڈ

آتمک اونتی سمندھی دھارمک پتر کا

موتی نگر ـــــ نیو دہلی ۱۵

ایڈیٹر

پرہار لجھی

مقام اشاعت
مارتنڈ بھون موتی نگر
نیو دہلی ۱۵

بڑھاپا!
خوفناک شیر کی
طرح سامنے کھڑا ہے روگ
دشمنوں کی طرح پیچھا نہیں چھوڑتے۔ عمر پھوٹے
ہوئے گھڑے کے پانی کی طرح نکلی جا رہی ہے۔ مگر
تعجب کی بات ہے کہ اس پر بھی لوگ نہیں دھیان
کرتے ہیں۔ جس سے اُن کا
انشٹ انجھ بھی ہوتا ہے

اوم
یہ انسان
عجیب بات ہے کہ وہ انسان
کو سب جنموں کی کھان یدھی کا کوش
اور سب جانداروں کا سرتاج (اشرف المخلوقات)
تو بناتا ہے۔ مگر اُسے کھتو کھیگر (نالی)
ردیتا ہے۔ اوم اگر شنک
شادی کر...

اوم

ویراگیہ شتک

بالتشریح

(سٹیک)

تب
تک شریر کی حالت
ٹھیک ہے۔ بڑھاپا دور ہے اندریاں
کی شکتی بنی ہوئی ہے۔ عمر کے دن باقی ہیں۔
تبھی تک بدھیمان پرش کو اپنے کلیان کی کوشش اچھی
طرح سے کر لینی چاہیئے۔ مگر جلنے پر
کنواں کھودنے سے کیا لابھ
ہو سکتا ہے

اے
جیت! تو اپنی چنچلتا کے
باعث پاتال میں جاتا ہے آکاش میں
اُڑتا ہے۔ دسوں اطراف میں گھومتا ہے۔ مگر کیوں
بھی تو اُس شدھ پربرہم کو یاد نہیں کرتا۔ جو تیرے من میں
ہی موجود ہے جس کے یاد کرنے سے ہی تجھے
پرم آنند روپی موکھش مل
سکتی ہے

مارتنڈ کا

سالانہ چندہ

بذریعہ منی آرڈر صہ ۔ وی پی ۳ صہ

قیمت
ایک کاپی
آٹھ آنے

اوم
مارتنڈ

سنہ ۱۹۰۸ سے دیش و دھرم کی روحانی و اخلاقی سیوا کر رہا ہے

مارتنڈ کا اُودیش

مارتنڈ آپ کو سکھ، شانتی، سواستھ، شکتی، پریم اور سداچار کے عملی سادھن بتلا کر آپ کے جیون کو شاندار بناتا ہے۔ ویدانت اور پراچین بھارتیہ سنسکرتی کا پرچار۔ عملی جیون بنانے کے لئے کرم اپاسنا بھگتی اور گیان کا حقیقی سوروپ پیش کرنا اور جیون کو ہر پہلو سے اُنت بنانے کے سادھن بتلانا مارتنڈ کا اُودیش ہے۔ (۲) اس اُودیش کی تکمیل کے لئے مارتنڈ میں آتم اودیتی بھگوت بھگتی سداچار اور ویدانت (آتم گیان) سمبندھی سندر مضامین۔ دھارمک کتھائیں۔ کہانیاں۔ اپنشدوں اور دیگر سد گرنتھوں کے اُدھار جیون کو ادھیہ بنانے والے لیکھ شائع ہوتے ہیں۔ (۳) اس پوتر اُودیش کو مارتنڈ سنہ ۱۹۰۸ء سے پورن کر رہا ہے۔ سنہ ۱۹۰۸ سے اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء تک یہ مہرشی شیو برت لال جی ایم اے کی زیر ایڈیٹری اپنے پوتر اُودیش کی تکمیل کرتا رہا۔ نومبر سنہ ۱۹۱۷ء سے یہ شری یان پرمادھی کی زیر ایڈیٹری شائع ہو رہا ہے اور بڑی خوش اسلوبی سے اپنے اُودیش کو پورن کر رہا ہے۔ اسی عرصہ میں کئی انقلاب اُونما ہوئے۔ مگر مارتنڈ ہمیشہ اپنی صلح کل پالیسی پر قائم رہ کر اپنے پوتر اُودیش کی تکمیل کرتا رہا۔ اور اب بھی اسی ڈھنگ سے دیش اور دھرم کی سیوا کر رہا ہے۔ شری یان پرمادھی نے چوبیس پچیس برس کی عمر میں دیش اور جاتی کی تحریری سیوا کے میدان میں قدم رکھا تھا اور اب وہ پچھتر برس کے ہو گئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے اپنے جیون کی آدھی صدی دیش اور دھرم کی تحریری سیوا میں لگا دی اور اب اس بڑھاپے میں بھی اس پوتر اُودیش کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں۔ جن دھارمک سجنوں کے دلوں میں دیش اور جاتی سیوا ہے اور جو پرمادھی جی کی تحریری سیواؤں کو پسند کرتے ہیں ان سب سجنوں سے اس بڑھاپے میں اس پوتر اُودیش کی تکمیل میں سب طرح کی سہایتا کی آشا کی جاتی ہے۔ مارتنڈ کی سہایتا آپ سہایک ممبر بن کر کر سکتے ہیں جس کے نیم مندرجہ ذیل ہیں

سہایک ممبر | نمونہ شوائے | قواعد و ضوابط

سہایک ممبر

(۱) ایک بار ڈیڑھ سو روپیہ دے کر آپ مارتنڈ کے سہایک ممبر بن سکتے ہیں۔ اس صورت میں تاحیات مارتنڈ آپ کو مفت میں پہنچتا رہے گا۔ سہایک ممبر مارتنڈ پستکالیہ کی شائع اور آئندہ چھپنے والی سب کتابیں بلا قیمت لے سکیں گے۔

(۲) ایکبار ایک سو روپیہ ادا کر کے آپ مارتنڈ کے لائف ممبر بن سکتے ہیں۔ (۳) ایک بار بیس روپیہ ادا کر کے آپ کو پانچ سال تک مارتنڈ ملتا رہے گا۔ (۴) ایک بار تیرہ روپیہ ادا کر کے آپ تین سال تک اور نو روپیہ ادا کر کے دو سال تک مارتنڈ لے سکتے ہیں۔ آپ بیس روپیہ میں پانچ ممبر، سترہ روپیہ میں چار ممبر، تیرہ روپیہ میں تین ممبر اور نو روپیہ میں دو ممبر [illegible] کے نام مارتنڈ ایک سال کے لئے جاری کرا سکتے ہیں۔ منیجر

قواعد و ضوابط

(۱) مارتنڈ ہر ماہ کی ۱۰-۱۹ تاریخ کو پوسٹ کیا جاتا ہے۔
(۲) مارتنڈ کا سال مارچ سے شروع ہوتا ہے۔ خاص نمبر بھی مارچ میں ہی نکلتا ہے۔ مگر آپ کسی بھی مہینہ سے مارتنڈ کے خریدار بن سکتے ہیں۔ (۳) مارتنڈ کا سالانہ چندہ خاص نمبر کی رجسٹری خرچ سمیت ساڑھے پانچ روپے اور بذریعہ وی پی پانچ روپے ترسٹھ نئے پیسے ہے۔ خاص نمبر خریداری میں ہی ملتا ہے اور صرف خاص نمبر کی قیمت دو روپے اور رجسٹری کا خرچ سمیت دو روپیہ [illegible] نئے پیسے ہے۔ (۴) مارتنڈ کے ایک سادھارن پرچہ کی قیمت [illegible] نئے پیسے ہے۔ (۵) اس سال کا خاص نمبر ویراگیہ انک ہے جو بہت عمدہ ہے۔ منیجر

ویراگیہ شتک کی ویاکھیا

مہاتما بھرتری ہری جی کے نیتی اور ویراگیہ شتک کی ویاکھیا ہم نے پہلے سنہ ۱۹۳۱ء میں شائع کی تھی۔ یہ ویاکھیا اس قدر مقبول ہوئی تھی کہ اس وقت ہمارے رسالہ لوک پرلوک کی جس میں یہ ویاکھیا چھپی تھیں۔ اشاعت دوگنی ہو گئی تھی۔ اور بہت سے تعریفی خطوط بھی ملے تھے۔

مارتنڈ کے پریمیوں کے اصرار پر ہم نے نیتی شتک کی ویاکھیا مارچ سنہ ۱۹۵۹ء میں خاص نمبر کی صورت میں پیارے ناظرین کے سامنے پیش کی۔ اس میں زمانہ کی حالت کے مطابق کسی قدر تبدیلی کی گئی تھی۔

خوشی کی بات ہے۔ کہ نیتی شتک کی یہ ویاکھیا بھی مارتنڈ کے پریمیوں نے بہت پسند کی ہے۔ اور اس کے شائع کرنے پر بہت بہت ودھائی دی ہے اور اس کے ساتھ ہی بہت سے پریمیوں نے اصرار کیا ہے کہ نیتی شتک کے ساتھ ہی لگے ہاتھوں ویراگیہ شتک کو بھی شائع کر دیا جاوے۔ تو بہت اچھا ہو۔

اپنے پریمیوں کی فرمائش کے مطابق مارتنڈ میں اب ویراگیہ شتک کی ویاکھیا بھی شروع کر دی گئی ہے۔ غالباً یہ مارتنڈ کے تین چار نمبروں میں مکمل ہو جاوے گی۔

مہاراج بھرتری جی کا جیون چرتر مارچ سنہ ۱۹۵۹ء میں دیا گیا ہے۔ مہاراجہ ہونے کی وجہ سے وہ نیتی کے ماہر تھے۔ انہوں نے اپنے نیتی شتک میں ایسی ایسی مفید باتیں لکھی ہیں۔ کہ کوئی بھی سمجھدار آدمی اُن پر عمل کر کے اپنے منش جیون کو سپھل کر سکتا ہے۔

اس کے بعد جب اُن کے جیون میں عظیم انقلاب آیا اور وہ راجیہ گدی چھوڑ کر تیاگی بنے۔ تو ویراگیہ میں بھی انہوں نے کمال کر دکھایا۔ نیتی سے انسان دنیا کی جدوجہد میں کامیاب ہوتا ہے تو ویراگیہ سے سنسار کی ناپائیداری کا انوبھو کر کے اس سے منہ موڑ کر بھگوت بھگتی اور آتم گیان پراپت کر کے مکتی کو پراپت کر سکتا ہے۔ اس لئے منش جنم کو سپھل بنانے کے لئے بدھیمان انسان کو۔ خاص کر انتم جیون میں

تیاگ اور ویراگیہ کی اشد ضرورت

ہے۔ تیاگ اور ویراگیہ کے انسان روحانیت میں قدم رکھ ہی نہیں سکتا۔ اس لئے اپنے انوبھو کے آدھار پر بھرتری جی نے ویراگیہ شتک لکھ کر موکش ابھلاشی سجنوں پر بے حد اپکار کیا ہے۔ ویراگیہ شتک کا ایک ایک شلوک بے حد قیمتی ہے۔ سنسکرت دان پریمی تو نہایت لگن سے جھوم جھوم کر ان کا پاٹھ کرتے ہیں۔ ہمیں آشا ہے کہ مارتنڈ کے پیارے پاٹھک بھی ویراگیہ شتک کو پڑھ کر اس سے اُچت فائدہ لیں گے۔ جو لوگ دنیا کے دکھوں سے گھبرا کر شانتی کے دھام کی تلاش میں ہیں۔ ان کو ویراگیہ شتک کے مطالعہ سے شانتی اوشیہ ملے گی۔ اور وہ تیاگ و ویراگیہ کے امول دھن کو پا کر بے حد سکھی ہوں گے۔

ایشور کرپا کریں۔ کہ جس شردھا اور نشٹھا سے ہم نے اس ویراگیہ شتک کی ویاکھیا کی ہے۔ وہ سپھل ہو۔ یعنی سنسار کی آگ میں تپتے ہوئے دکھی ہردوں کو ویراگیہ روپی امرت پان سے سکھ اور شانتی ملے اور وہ پرماتما کی بھگتی کی طرف رجوع کر کے اپنے منش جنم کو سپھل کریں۔ — داسی "پرمارتھی"

ضروری نویدن

مارچ کے بعد اپریل کا پرچہ شائع نہ ہوا تھا۔ مارچ کے بعد یہ مئی کا پرچہ شائع ہوا ہے

نیتی شتک انک پر ودھائی

(۱) نیتی شتک انک ملا۔ پڑھ کر چت بہت خوش ہوا آپ نے خوب محنت کی ہے۔ مجھے اس انک میں بہت سی ایسی گیانی باتیں ملی ہیں جو میرے لئے مشعل راہ ہدایت ثابت ہونگی۔ آپ کا بہت بہت دھنیاد ہے۔ ایشور آپ کو آروگیتا پردان کریں۔ تاکہ آپ اسی طرح جنتا کی سچی سیوا کرتے رہیں۔

آپ کا داس سیوا رام۔ پہاڑ گنج

(۲) بھرتری جی کے نیتی شتک کی ایسی سندر ویاکھیا کر کے آپ نے کمال کر دیا ہے۔ بیچ بیچ میں جو تائیدی دوہے۔ بھجن اور درشٹانت دئے گئے ہیں انہوں نے ویاکھیا کی شان کو دوبالا کر دیا ہے۔ میری طرف سے آپ دو اُدھکاری سجنوں کے نام آنند جاری کر دیں۔ منی آرڈر ۵ کا بھیجا جا رہا ہے۔

آپ کا کیا ہوا شریمد بھاگوت کا ترجمہ بہت ہی سرل ہے میں نے بہت سی بھاگوت دیکھی ہیں۔ مگر آپ کے ترجمہ کی شان نرالی ہے۔ بلاشبہ آپ کی تحریر سادہ اور پر اثر ہوتی ہے۔

سریندر موہن۔ ہریشن روڈ۔ کلکتہ

(۳) آپ کا ارسال کردہ نیتی انک رسالہ آنند کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوا کہ واقعی آتمک اونتی سمبندھی دھارمک جواہرات کا خزانہ ہے۔ اس میں مہاراج بھرتری کا جیون چرتر ہی اگر اپنے بھگتی پوربک پڑھ لیا جاوے۔ تو ایک نئی لہر روح میں پھونکنے والا ہے۔ واقعی ویراگیہ کا سرچشمہ ہے۔ جس پر چل کر انسان اپنے منزل مقصود کو پراپت کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر ۱۱۰ دھارمک ہفت میں برہے ہی شکشا دایک۔ سلیس اور عام فہم ہیں۔ جن پر وچار کر کے انسان اپنے آپ کو پہچان سکتا ہے۔ اور جنم مرن کے بندھن سے چھوٹ کر سچدانند پربھو کو پراپت کر سکتا ہے۔ میں بھگوان سے پرارتھنا کرتا ہوں کہ آپ کی عمر دراز ہو۔ تاکہ آپ اندھکار کو مٹا کر گیان کا پرکاش پھیلا سکیں۔

آپ کا شبھ چنتک رام ناتھ اگروال کھنہ ضلع لدھیانہ

(۴) آشا ہے۔ بھگوان کی کرپا سے آپ آنند میں ہوں گے آنند کے ذریعے جو آپ ہندو سماج کی سیوا کر رہے ہیں وہ ایک ایسی چیز ہے۔ جس کا ہم لوگ کوئی بھی مول نہیں دے سکتے ہماری پرارتھنا ہے۔ کہ ایشور آپ کی اس شبھ کام میں ہر طرح سے مدد کریں۔

پانچ خریداروں کا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجا جاتا ہے۔ اور بھی آنند کے خریدار بنائے جاویں گے۔

آپ کا (شری) نورنا رام ویوپ گارڈ سکیال افریقہ

دھنیاد

ہمارے بھائی شری نورتا رام جی آنند کے بڑے پریمی ہیں اور کھلے دل سے آنند کی سہایتا کرتے اور آنند کے سنانے گراہک بھی بنایا کرتے ہیں اُن کی اس نشکام سیوا کے لئے ہم ان کا دھنیاد کرتے ہیں ایشور ان کو خوش رکھیں۔ (ایڈیٹر)

(۵) جے جے شری رام جی کی!

آپ کی کرپا ہندو جاتی پر اپار ہے۔ البا پتر آنند لوگوں کو نرمل کرنے والا آنند سدا جاری رہے۔ ایسی ہماری پرارتھنا ہے مجھے خریدار بنے آج ۲۵ برس سے بھی اوپر ہو چکے ہیں چاہتا ہوں کہ میرے بچے میری ہی طرح اس کو اپنا دیں۔ لیکن اُردو نہ جاننے کے باعث وہ مجبور ہیں۔ سائنگ کی آرتی اور کتھا ہیں جب جب میں ان کو پیارے آنند کو سناتا ہوں تو وہ عش عش کرتے ہیں۔ پرماتما آپ کی عمر دراز کریں۔ چندہ اور آنند کی مدد کے طور پر ۳۰ روپے کا چیک بھیج رہا ہوں۔

آر۔ آر۔ شرما۔ کمپالہ (یوگنڈا) افریقہ

شکریہ

پچھلے دنوں آنند کے پریمی افریقہ واسی یوپی سے دفتر آنند میں تشریف لائے ایڈیٹر آنند کو اپنے درشنوں سے کرتارتھ کیا۔ ان میں سے مندرجہ ذیل سجن خاص طور پر ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ (۱) شری بلدیو شرما سہ پارٹی (۲) پنڈت جیتا داس جی (۳) پنڈت لی۔ این جوتی صاحب۔ سب سجنوں کے ساتھ پریم پوروک تبادلہ خیالات ہوا اور سب نے آنند کی کھلے طور سے امداد کی۔ ایڈیٹر آنند ان سجنوں کا شکر گذار ہے۔ پنڈت جیتا داس جی تو یورپ کی یاترا پر روانہ ہو گئے ہیں۔

ایڈیٹر

مئی — ماڈرن موتی نگر — سنہ ۱۹۵۸ء

بھرتری ہری کرت
ویراگیہ شتک (سٹیک)

منگلا چرن

جو دسوں اطراف اور تینوں زمانوں میں بھرپور ہیں۔ جو اننت ہیں۔ جو چیتنیہ سوروپ اور اپنے ہی انوبھو سے جانے جا سکتے ہیں۔ جو شانت اور جیوتی سوروپ ہیں۔ ایسے برمعہ روپ پرماتما کو نمسکار کرتا ہوں۔ ۱۔

ویاکھیا

گرنتھ کی نِروگھن سماپتی کے لئے سب سے پہلے منگلا چرن کیا جاتا ہے۔ ارتھات سب طرح کے وگھنوں کے ناشک پرماتما کو نمسکار کر کے گرنتھ شروع کیا جاتا ہے۔ کیسے ہیں وہ پرماتما جو دسوں اطراف اور تینوں زمانوں میں بھرپور اور ان سے ابھی پرے ہیں۔ ارتھات سب اطراف اور سب زمانوں میں موجود رہتے ہیں۔ مگر دیش اور کال کی کسی قید میں نہیں ہیں۔ جو تینوں لوکوں اور چودہ بھونوں میں ویاپک ہو رہے ہیں۔ جو پہلے بھی تھے۔ اب بھی ہیں اور آگے بھی رہیں گے۔ اس لئے جو اننت ہیں۔ اوناشی ہیں۔ وہ سچدانند سوروپ ہیں۔ اور صرف اپنے ہی انوبھو سے جانے جاتے ہیں۔ جو پرم شانت اور پرم جیوتی ہیں۔ گرنتھ کی نِروگھن سماپتی کے لئے ان سروشکتی مان پرمیشور کو نمسکار کرتے ہیں۔ اسی طرح کوئی کام کرنے سے پہلے بھگوان کا سمرن اور ان کو نمسکار کر لینا چاہیئے۔ اس سے کام نِروگھن پورن ہوتا ہے۔ کوئی رکاوٹ نہیں پڑتی۔ بھگوان کے سمرن کی ہی مہما ہے۔

شلوک ۲

جو ودوان ہیں۔ وہ ایرشا (حسد) سے بھرے ہوئے ہیں۔ جو دھنوان ہیں ان کو اپنے دھن کا گھمنڈ ہے۔ اس کے سوا جو اور لوگ ہیں۔ وہ اگیانی ہیں۔ اس لئے وِدیا سبھاشی اُتم وچار یا سندر کوِتا (شاعری) شریر میں ہی شریر کے ساتھ ہی نشٹ ہو جاتا ہے۔

ویاکھیا

جب کوئی گن کا گاہک ہو۔ تو گن کی قدر ہوتی ہے۔ جیسا کہ کبیر جی نے کہا ہے۔ ست

جب گن کا گاہک ملے۔ تب گن لاکھ بکائے
جب گن کا گاہک نہیں تب کوڑی بدلے جائے

ارتھات سمجھے تو لکھ (لاکھ) نہ سمجھے تو ککھ (تنکا) جب گن کا گاہک (پارکھی) ملے۔ تبھی گن سمجھ پڑتا ہے۔ ارتھات گنی پُرش ہی گن کی قدر کرتے ہیں۔ اس لئے جب تک کوئی گن کا گاہک رقدردان ادھکاری) نہ ملے۔ تب تک گنوان مہا پُرش اپنے گنوں کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ بھلے ہی وہ اپنے گن یا گیان کو مرتے وقت ساتھ لے جائیں۔ کہا بھی ہے۔ ... قدر زر زرگر شناسد۔ قدر جوہر جوہری ... اس بات کا وچار کر کے بھرتری جی کہتے ہیں۔ کہ ...

گن گیان یا اچھی شاعری کی قدر دو طرح کے لوگ ہی کیا کرتے ہیں۔ اول ودوان اور دوسرے دھنوان۔ مگر آج کل یہ حالت ہے۔ کہ ودوان تو ڈاہ یا حسد کے غلام بن گئے ہیں وہ اپنے سوا کسی کو پنڈت مانتے ہی نہیں۔ اس لئے وہ کسی ودوان کی کویتا سننا ہی نہیں چاہتے اور اگر مجبوری سے سننے بیٹھتے ہیں تو نکتہ چینی کرتے ہیں۔ سو سو نقص نکالتے ہیں وہ گن کی قدر کرنے کی بجائے نندا کر کے حوصلہ شکنی کرتے ہیں اور ایسی جلی کٹی باتیں کرتے ہیں۔ کہ گنوانوں یا اچھے شاعر کا دل جلتا ہے۔ اور وہ اپنے گن یا کلام کو کسی سے نہ کہہ کر اپنے ساتھ مرتے وقت لے جاتے ہیں

گنی پُرش یا اہل کلام ہمیشہ نادار ہوتے ہیں اس لئے وہ کسی دھنی پُرش کا سہارا لینا چاہتے ہیں۔ تاکہ خور و نوش سے بے فکر ہو کر وہ اپنے گنوں کا پرکاش کر سکیں۔ تواریخ میں بہت سے راجہ مہاراجہ وغیرہ ہوئے ہیں جنہوں نے گنی کویوں کے گنوں کی قدر کی اور ان کے نام آج تک زندہ ہیں۔ مہاراجہ بھوج ایسے قدر دانوں کے سرتاج تھے۔ انہوں نے ایک ایک شلوک کے بدلے میں لاکھوں روپے کویوں کے بھینٹ کئے۔ اس طرح قدر دان مل جانے سے کویوں نے بھی اپنے کلام کے خوب جوہر دکھلائے۔ جس سے دونوں ہی زندہ ہو گئے۔ مگر فی زمانہ ایسے دھنی کمیاب ہیں۔ زیادہ تر ایسے دھنی ملتے ہیں۔ جو دھن کے گھمنڈ میں چور ہیں۔ انہیں دھن کی مستی چڑھی ہوئی ہے۔ اس لئے کسی ودوان کی باتیں سننا نہیں چاہتے۔ ایسے لوگوں کو سنانا عبث ہے۔ کیونکہ وہ قدر دان نہیں ہیں۔

تیسری قسم کے لوگ اگیانی یا مورکھ ہیں ان گنواروں کو بھلے برے کی تمیز ہی نہیں ہے۔ اس لئے ان کو سنانے کو دل نہیں چاہتا۔ ان کے سامنے اپنی سندر کویتا رکھنا ایسا ہی ہے جیسے بھینس کے سامنے بین بجانا یا اندھے کے سامنے سنگار کرنا۔ ایسی حالت میں قدر دان نہ ملنے کے باعث گنی پُرش اپنے [illegible] بات کس سے کہیں؟ وہ اپنے گن کو مرتے دم تک اپنے [illegible] دل میں رکھتے اور مرنے پر اپنے ساتھ ہی حسرت کے [illegible] ہو۔ تاکہ آپ لے جاتے ہیں کیونکہ گنوں کی ناقدردانی کو وہ برداشت [illegible]

نہیں کر سکتے۔

ہدایت۔ جو تمہاری باتیں شردھا سے سنے۔ ان کی قدر کرے۔ صرف اسی کو گیان کی باتیں سناؤ۔ اور جو تمہاری باتیں نہ سننا چاہے۔ اُن پر توجہ نہ دے۔ اس کے گلے مت پڑو۔ ایسا کرنے سے ہی تمہاری سچی قدر ہو گی۔ صرف ادھکاری پُرش ہی گیان اور گن کی قدر کر سکتا ہے۔

شلوک ۳

مجھے سنسار کے کاموں میں ذرا بھی سکھ نہیں دکھائی دیتا۔ میری رائے میں تو اچھے کرموں کا پھل بھی مجھے (خوف یا دکھ) کے ہی دینے والا ہے۔ اس کے سوا بہت سے اچھے اچھے شبھ کرموں کے کرنے سے جو وشے سکھ حاصل کئے اور عرصہ تک بھوگے گئے ہیں وہ بھی وشے سکھ چاہنے والوں کو آخر کار دکھ کے ہی کارن بن جاتے ہیں۔ (۳)

ویاکھیا

بھگوان نے گیتا کے نویں ادھیائے میں اپنے بھگت ارجن سے کہا ہے۔ کہ اس ناپائیدار اور سکھ رہت سنسار کو پا کر میرا بھجن کرو۔ مطلب یہ کہ یہ سنسار دکھوں کی کھان ہے۔ اس میں رتی بھر بھی سکھ نہیں ہے۔ جن کے پاس بہت سا دھن مال۔ ہاتھی گھوڑے۔ موٹر۔ نوکر چاکر وغیرہ سب سکھ کے سامان موجود ہیں۔ جن کے اشاروں پر سنسار ناچتا ہے۔ ایسے لوگ بھی خواہ اوپر سے کتنے ہی سکھی دکھائی دیتے ہیں۔ مگر حقیقت میں سکھی نہیں ہیں۔ اندر ہی اندر انہیں بھی چنتا کا گھن کھائے جاتا ہے۔ کسی نہ کسی دکھ میں وہ بھی مبتلا ہیں۔ اس بارے میں یہاں پر دو درشٹانت دیے جاتے ہیں

(۱) دکھی سیٹھ

ایک سنت اپنے شش کے ساتھ کسی شہر میں گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ایک ساہوکار ایک عالیشان دکان میں بیٹھا ہے۔ سینکڑوں نوکر چاکر فرمانبرداری کو تیار کھڑے ہیں۔ رتھ پالکی۔ ہاتھی گھوڑے وغیرہ سب موجود ہیں۔ سامنے

سونے چاندی اور ہیرے پنوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ سنت کو دیکھ کر سیٹھ نے ان سے اپنے ہاں بھوجن کرنے کی پرارتھنا کی۔ جب گورو چیلے بھوجن کرنے بیٹھے۔ تب چیلے نے گورو جی کے کان میں کہا۔ گورو جی! آپ کہتے تھے۔ کہ سنسار میں کوئی بھی سُکھی نہیں ہے۔ دیکھئے۔ یہ سیٹھ کیسا سُکھی ہے۔ اسے کس بات کی کمی ہے؟ لکشمی اس کی داسی ہو رہی ہے۔

گورو نے کہا۔ ذرا صبر کرو۔ ہم پتہ لگا کر کچھ کہہ سکیں گے۔

مہاتما نے جب بھوجن کر لیا۔ تب سیٹھ سے کہا:۔

سیٹھ جی! پرماتما نے آپ کو سبھی سُکھ دیے ہیں۔

تب سیٹھ نے رو کر کہا۔ مہاراج! میرے برابر اس دنیا میں کوئی دُکھی نہیں ہے۔ مجھے پرماتما نے دھن مال سب کچھ دیا ہے۔ مگر پتر ایک بھی نہیں۔ بنا پتر کے یہ سُکھ بنا نمک کی بھاجی کی طرح بے سواد ہے۔ میرا دل رات دن جلا کرتا ہے۔ کبھی مجھے سُکھ کی نیند نہیں آتی۔ میں اسی سوچ میں جلا جاتا ہوں۔ کہ بیٹے کے بنا اس دھن جائیداد کو کون بھوگے گا؟

سیٹھ کی بات سن کر چیلے نے کہا گورو جی! آپ کی بات بالکل سچ ہے۔ سنسار میں کوئی بھی سُکھی نہیں ہے۔ کسی کو کوئی دُکھ ہے تو کسی کو کوئی۔ بقول ؎

نانک دُکھیا سب سنسار
سو سُکھیا جس نام آدھار

دُوسری کتھا

کسی شہر میں ایک ساہوکار تھا۔ اس کے ہاں دھن مال کی کمی نہ تھی۔ اس کے پاس کُبیر جیسا دھن تھا۔ جب کے پاس اپار دھن ہے۔ اسے کس بات کی کمی ہو سکتی ہے؟ وہ ساہوکار سب طرح سے اندر کی مانند سورگ سکھ بھوگ رہا تھا۔ اسی دوران میں اتفاق سے اس کی استری بیمار ہو گئی۔ بہت سے علاج کرنے پر بھی جب اس کے بچنے کی امید نہ رہی تب سیٹھ رونے لگا۔ استری نے کہا۔ آپ کیوں روتے ہیں؟ آپ امیر کبیر ہیں۔ آپ کے سینکڑوں بیاہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرے مرنے کی دیر ہے۔ آپ کی دوسری شادی فوراً ہو جائیگی مگر افسوس ہے کہ میں نے سنسار میں آکر کچھ بھی سُکھ نہیں بھوگا۔

سیٹھ نے کہا۔ اگر تم سورگ سدھار گئیں۔ تو میں ہرگز دوسری شادی نہ کروں گا۔"

سیٹھانی نے کہا۔ کیوں باتیں بناتے ہو؟ میرے مرنے پر آپ سب باتیں بھول جائیں گے۔ مرد بڑے بے وفا ہوتے ہیں۔

سیٹھ کو جوش آیا۔ اس نے موہ سے استری کے سامنے ہی اپنی پُرش اندریہ کاٹ کر پھینک دی۔ اور کہا۔ پیاری! یہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ اب تو تمہیں یقین آیا کہ دوسری شادی نہ کروں گا۔"

اتفاق سے سیٹھانی اسی دن سے تندرست ہونے لگی۔ اور کچھ دنوں میں بالکل باصحت اور تنومند ہو گئی۔ تندرست ہونے پر اُسے واسنا کی سیری کے لئے مرد کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تب وہ سیٹھ کو نکما جان کر نوکر چاکروں کے ساتھ کُکرم کرنے لگی۔ سیٹھ یہ حال دیکھ کر دن رات کڑھنے اور جلنے لگا۔

اسی دوران میں ایک دن شری گورو نانک صاحب بھائی مردانہ کے ساتھ اس نگری میں پہنچے۔ بھائی مردانہ نے اس سیٹھ کا رہن سہن انداز دھن ایشوریہ دیکھ کر کہا۔ گورو جی! آپ کہا کرتے ہیں کہ اس سنسار میں سُکھی کوئی بھی نہیں ہے۔ بتائیے! اس سیٹھ کو کیا دُکھ ہے۔ اس کے پاس اپار دھن ہے۔ اس کی استری بھی چندر سُندری ہے۔ یہ بھی تندرست ہے۔ اور دان پُنیہ اور دھرم بھی خوب کرتا ہے۔ اس کی شان و شوکت اور دھرم بھاؤ کو دیکھ کر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں یہ سب سے زیادہ سُکھی ہے۔

گورو جی نے کہا۔ مردانہ! یہ سیٹھ اوپر سے ہی سُکھی دکھائی دیتا ہے۔ مگر اندر ہی اندر اسے غم ہے۔ کوئی نہ کوئی دکھ ہوگا۔ چلو ہم اس سے دریافت کرتے ہیں۔

گورو جی نے ایکانت میں جا کر سیٹھ سے بات چیت کی۔ تب سیٹھ نے کہا۔ مہاراج! سچ مچ ہی پہلے مجھے کوئی دکھ نہ تھا۔ مگر اب میں دنیا میں سب سے زیادہ دُکھی ہوں۔ اتنا کہہ کر اس نے اپنی دُکھ کی کہانی گورو جی کو سنا دی۔ اور کہا کہ اس دکھ سے میں فنا ہوا جاتا ہوں۔ یہ بھید کسی پر نہ کھل جائے۔ اس لئے اوپر سے میں

اپنی پوزیشن ٹھیک رکھتا ہوں۔ ہنستا اور خوش رہنے کی پوری کوشش کرتا ہوں۔ نوکر چاکروں سے کام لیتا ہوں اور دل کو بہلانے کے لئے خوب دان پُنیہ اور دھرم کے کام کرتا ہوں۔ تاکہ پردہ بنا رہے۔ مگر من کی یہ حالت ہے۔ کہ اس قدر دولت مند اور تندرست دکھائی دینے پر بھی میں دنیا میں سب سے دکھی ہوں۔ اپنی آنکھوں کے سامنے گھر کو ختم ہوتے دیکھتا ہوں۔ مگر کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھ پر فارسی کا یہ شعر راست آتا ہے۔

ہمرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

گورو جی نے اسے سنسار کی ناپائیداری کی بات سمجھا کر ست اپدیش دیا۔ اور مردانہ سے کہا۔ دیکھو کیا ہی سنسار میں سکھی کوئی بھی نہیں ہے۔

کوئی تن دکھی کوئی من دکھی کوئی چت سے رہیں اداس
تھوڑے تھوڑے سب دکھی۔ سکھی رام کے داس

دھن میں بھی سکھ نہیں

لوگ دھن وانوں کو سکھی مانتے ہیں۔ مگر دھن سب انرتھوں کا مول ہے۔ دھن جوڑنے کے لئے لوگ ادھرم اور پاپ کرتے ہیں۔ بلیک کرتے ہیں۔ اور نہ جانے کیا کیا پاپڑ بیلتے ہیں۔ اس طرح بڑے انرتھوں سے دھن جوڑا جاتا ہے اسے کمانے میں دکھ اور اس کی حفاظت میں دکھ۔ مگر یہ دکھ دھن کا لوبھی انسان خوشی سے برداشت کرتا ہے۔ وہ یہ بھی وچار نہیں کرتا کہ پاپ سے کمایا ہوا دھن کتنی دیر رہے گا۔ اور جب دھن نشٹ ہو جاتا ہے تو دھن کے لوبھی پرانی کو ناقابل بیان دکھ ہوتا ہے۔ اور اکثر دھن کے ساتھ اس کی جان بھی چلی جاتی ہے۔ امیر آدمی کے بیٹے پوتے اور رشتہ دار اس کے مرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ دھنی آدمی کو ہزاروں طرح کی چنتائیں گھیرے رہتی ہیں۔ اور وہ ان چنتاؤں میں جلا کرتا ہے۔

بہت سے لوگ راجاؤں کو سکھی سمجھتے ہیں۔ مگر راجاؤں کو ذرا بھی سکھ نہیں۔ راجہ کو ہمیشہ خوف لگا رہتا ہے۔ کہ کہیں دشمن چڑھائی نہ کر دے۔ اپنے رشتہ داروں سے بھی اُسے ڈر رہتا ہے۔ کہ دھن کے لوبھ سے کہیں مار نہ ڈالیں۔ اورنگ زیب نے راجیہ کے لوبھ سے اپنے باپ کو قید کیا اور سب بھائیوں کو مروا ڈالا۔ تاریخ ایسے دردناک واقعات سے بھری پڑی ہے۔

دُریودھن نے راجیہ کے لوبھ میں بھیم کو زہر دیا۔ اور پانچوں پانڈوؤں کو لاکھشا گرہ میں جلانے کی کوشش کی۔ کیکئی نے اپنے پُتر کو راج دلانے کے لئے مریادا پرشوتم رام کو بنباس دلایا۔ اور مہاراج دشرتھ نے اُن کے وِیوگ میں پران تیاگ دیے راجیہ کے لوبھ سے سُگریو نے بالی کو مروا ڈالا۔ راجیہ کے لوبھ سے ہی کنس نے اپنی سگی بہن دیوکی اور بہنوئی واسودیو کو جیل میں ڈالا اور ان کے نوزائیدہ بچوں کو مروا دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ راجہ کو بھی سکھ نہیں۔ راجہ لوگ خوف کے مارے کبھی ایک پلنگ پر نہیں سوتے۔ مخملی گدیلوں پر بھی انہیں سکھ کی نیند نہیں آتی۔

جو دھنی ہیں۔ وہ سنتان نہ ہونے سے دکھی ہیں اور جن کے سنتان ہے۔ وہ اُن کی پوری پرورش نہ کر سکنے اور اولاد کے بدچلن ہو جانے سے دکھی ہیں۔ کسی کو اپنے اکلوتے بیٹے کی جدائی کا دکھ ہے۔ کسی کو استری یا پتی کے بے وقت سنسار سے چلے جانے کا۔ کسی کو اور سب سکھ پراپت ہیں تو اُس کی تندرستی جواب دے چکی ہے۔ اور وہ دن رات بیماری کے کشٹ سے کراہتے رہتے ہیں۔ کسی کو اور نہیں تو کوئی مانسک کشٹ ہی ستا رہا ہے۔ کسی کو بڑھاپے کا دکھ ہے۔ کوئی موت کے خیال سے دکھی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی نہ کوئی دکھ سب کو لگا ہوا ہے۔ اور یہ سچ ہے۔ کہ سنسار میں سکھ نام کو بھی نہیں ہے۔

سنساری سکھ ناپائیدار

باوجود اس کے دنیا دار لوگ سنساری وشیوں میں جس سکھ کا انوبھو کرتے ہیں اور جس کے لئے کمر بستہ رہتے ہیں وہ حقیقی سکھ نہیں بلکہ سکھ کا سراب ہے۔ جو دیکھنے میں ہی بھلا معلوم ہوتا ہے۔ دراصل دکھ روپ اور ناپائیدار ہے۔ دیکھو!

دُنیا میں آج جو کروڑپتی ہے۔ وہ کل کو در در کا بھکاری دیکھا جاتا ہے۔ جو آج جوان پٹھا ہے۔ مرزا اکڑ بیگ بنا ہوا ہے۔ وہی کل بڑھاپے کے مارے لاٹھی ٹیک کر چلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جوانی، زندگی، دھن، شریر اور حکومت یہ سب فانی اور چنچل ہیں۔ اس لئے دکھ کے کارن ہیں۔ شریر میں موت کا خطرہ۔ لابھ میں ہانی کا خطرہ۔ جیت میں ہار کا خطرہ۔ عروج میں بھی زوال کا خطرہ۔ جوانی میں بڑھاپے کا خطرہ۔ خوبصورتی میں بدصورتی کا خوف۔ بھوگ میں روگ کا خوف۔ ملاپ میں جدائی کا خوف اور سکھ میں دکھ کا کھٹکا رہتا ہے۔ اس لئے اس زندگی میں سکھ کہاں ہے۔ اگر بنا موت کے زندگی ہوتی۔ بنا رنج کے خوشی ہوتی۔ بنا بڑھاپے کے جوانی ہوتی۔ بنا جدائی کا ملاپ ہوتا۔ اور ٹھاٹ زندگی، جوانی، دھن، دولت، پیاروں کا ملاپ اور سکھ اگر ہمیشہ کے لئے ہوتے تو بلاشبہ انسان سکھی ہوتا مگر ایسی بات تو ہے نہیں۔ دُنیا کی ہر ایک چیز میں ناش ہونے اور بدل جانے کا کھٹکا لگا ہوا ہے۔"

وشے بھوگوں میں سکھ نہیں۔ وہ کیلے کے پتے یا پیاز کے چھلکے کی طرح اسار ہیں۔ پھر بھی موہ سے انسان وشیوں میں پھنس جاتا ہے۔ مگر ایک نہ ایک دن انسان کو ان وشے بھوگوں سے الگ ہونا ہی پڑتا ہے۔ اور الگ ہوتے وقت وشئی پرش کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔

اس کے سوا بہت سے تپسیہ، کرم، یگیہ وغیرہ کرم کرنے اور دان کرنے سے انسان کو سورگ سکھ ملتا ہے۔ وہاں وہ امرت پان کرتا اور اپسراؤں کو بھوگتا ہے۔ لیکن وہ کشٹ سے من چاہا پھل پاتا ہے۔ مگر پنیہ کرموں کا پھل بھوگ چکنے پر وہ سورگ سے نیچے گرا دیا جاتا ہے۔ تاکہ پھر مرتیو لوک میں آنا پڑتا ہے۔ تب وہ سورگ کے سکھوں کو یاد کر کے من ہی من روتا اور دکھی ہوتا ہے۔ اس لئے سکام بھاو سے کرے گئے پنیہ کے پھل بھی آخر دکھدائی ہی ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ سنسار متھیا اور اسار ہے۔ اور اس کے سکھ بھوگ بھی چھن بھنگر اور ناپائیدار ہیں۔ اور مرتیو لوک، نیز سورگ لوک میں کہیں بھی سکھ نہیں ہے۔"

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان دکھوں سے چھوٹ کر سدا سکھ بھوگنا چاہے تو اُسے فانی اور ناپائیدار سنساری وشیوں سے الگ رہنا چاہیے۔ استری، پتر، دھن، جوانی وغیرہ سب ناشوان ہیں۔ وہ آج ہیں تو ممکن ہے کل نہ ہوں۔ آج یہ اور ہم سرائے کے مسافروں کی طرح مل گئے ہیں۔ مگر امید نہیں کہ پھر کبھی ملیں۔ آج ان سے ملاپ ہوا ہے۔ تو کل جدائی [illegible] اور تو کیا جس شریر کو ہم سب سے زیادہ چاہتے ہیں، کھلاتے پلاتے، دھوتے ہیں، سجاتے ہیں وہ بھی تو ایک دن ہم سے الگ ہو جائیگا۔ ایک لمحہ میں جیو کا جنم ہوتا ہے۔ دوسرے [illegible] ہو جاتا ہے۔ جو اگیانی ایسی ناشوان چیزوں سے پریم کرتے ہیں انہیں دکھوں کے گہرے گڑھے میں گرنا ہی پڑتا ہے۔ [illegible] بدھیمان پرش کو سنسار کی ناپائیداری کا وچار کر کے سنساری چیزوں سے پریم نہ کرنا چاہیے۔ بلکہ ایشور کی بھگتی کر کے اپنا جنم سپھل کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایشور اوناشی ہیں۔ سچدانند روپ ہیں۔ وہ سکھ کے لازوال ساگر ہیں۔ وہ آتما یا پرماتما اس شریر روپی مندر میں نواس کرتے ہیں۔ اور سنسار کے سب پرانیوں میں سمان بھاو سے ورتمان ہیں۔ اسی پرماتما کو جاننے، اسی کا چنتن کرنے اور اسی کی بھگتی کرنے سے سچا اور پائیدار سکھ ملتا ہے۔ مگر آتم چنتن کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لئے سنسار کے فانی موہ کو تیاگ کر من کو بس میں کرنا پڑتا ہے۔ جب چت سب سنساری وشیوں کو تیاگ کر ایکاگر ہوتا ہے۔ تب آتم چنتن میں سپھلتا ملتی ہے۔ یہاں پر [illegible] پرشوں کو [illegible] کے لئے ایک بھجن درج کیا جاتا ہے۔

بھجن - ۱۰

"منا! تیں نے رام نہ جانیا رے

جیسے موتی اوس کا رے۔ تیسے یہ سنسار۔ ۱

دیکھن ہی میں جھلملا رے۔ بنس نہ لاگے بار۔ منا

سونے کا گڑھ لنک بنایا۔ سونے کا دربار۔ ۲

اک رتی سونا نہ گیا رے۔ راون مرتی بار۔ منا

بال اوستھا کھیل گنوائی۔ جوبن [illegible] ۳

[illegible] بڑھاپے [illegible] گنوار۔ منا

شلوک ۴

دھن ملنے کی امید سے میں نے زمین کے پیندے تک کھود ڈالے۔ بہت طرح کی دھاتوئیں پھونک ڈالیں۔ بھیتی کیمیا گری میں بھی بہت پھرا مارا۔ موتیوں کے لیے سمندر کی بھی تھاہ لی۔ مہاراجاؤں کی خوشامد کرنے میں بھی میں نے کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ منتر سدھی کے لیے رات بھر شمشان میں آسن بیٹھ کر تپ بھی کرتا رہا۔ مگر افسوس ہے کہ اتنی آفتیں اٹھانے پر بھی مجھے ایک پھوٹی کوڑی تک نہ ملی۔ اس لیے اے ترشنا! اب تو تو میرا پیچھا چھوڑ دے۔

ویاکھیا

یہ جان کر کہ زمین میں دھن ہے۔ میں نے زمین کی تہ تک کھود ڈالا۔ مگر مجھے کچھ نہ ملا۔ رسائن سدھ کرنے چاندی سونا بنانے کے لیے میں نے بہت طرح کی دھاتوئیں پھونک ڈالیں۔ مگر رسائن نہ بنی۔ پھر میں نے یہ جان کر کہ سمندر رتناکر ہے۔ میں سمندر میں بھی غوطے لگائے اور اس کی تھاہ لے آیا۔ مگر کچھ ہاتھ نہ لگا۔ اس کے بعد میں نے دھن کے لیے راجہ مہاراجوں کی بہت سیوا اور خوشامد کی۔ مگر پھر بھی ناکام رہا۔ پھر میں نے منتر سدھی کے لیے رات رات بھر جاگ کر شمشان میں مردوں کے ساتھ منتر جپ کیا۔ تاکہ یکشنی کرن منتر سدھ ہو جائے۔ اور میں یکشنی وغیرہ کو بس میں کر کے دھن پراپت کروں۔ مگر اس میں بھی مجھے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔ سب طرح کی کوششیں بیکار گئیں۔ اور مجھے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ ملی۔ مجھے دھن کی ترشنا نے ہی خراب کیا۔ اس لیے چاہتا ہوں ترشنا! اب میں تم سے مایوس ہو گیا ہوں۔ اب تو کرپا کر کے میرا پیچھا چھوڑ دے۔ تاکہ میں ایشور پر بھروسہ کر کے سکھ کا سانس لے سکوں۔ تیرے ہوتے مجھے سکھ ملنے کی کوئی آشا نہیں۔

مطلب یہ کہ انسان خواہ کتنی ہی کوشش کرے، بنا بھاگیہ کے کچھ نہیں مل سکتا۔ اور جتنا دھن پراربدھ میں لکھا ہے۔ وہ بنا کوشش کے بھی مل جاوے گا۔ لہٰذا ترشنا کو تیاگ کر جو کچھ پراربدھ سے ملے اسی میں خوش رہ کر ایشور کا بھجن کرنا چاہیے۔ دیکھو۔ سکندر آب حیات کے لیے امرت سرووَر تک پہنچ گیا۔ مگر پھر بھی اسے آب حیات نہ ملا کیونکہ وہ اس کی قسمت میں نہ تھا۔ اگیانی پرش پراربدھ پر سنتوش نہیں کرتا اس لیے دھن کے لیے مارا مارا پھرتا ہے۔ ترشنا کی ڈوری سے بندھا ہوا کبھی چین نہیں پاتا۔ اور ناکام ہونے پر روتا اور چلاتا ہے۔ دین درویش نے کیا ہی اچھا کہا ہے:

چیتاونی دین درویش

(کنڈلیا)

کوڑی ملے نہ بھاگ بن لیکھی تینہر ہزار
کیوں فریاد سے مانجھی رہنا ایکھ کرتار
بنا لیکھ کرتار جگت سب پھر پھر آدے
بھٹک پھرے بے کاج گانٹھ کی لاج گنواوے
کہے دین درویش دیکھی چیت پہیوں پرش دوڑی
بیکھ تینہر ہزار بھاگیہ بن ملے نہ کوڑی

(۲)

بندہ چاہے بیں کروں کرن ہار کرتار!
تیرا کیا نہ ہووے گا۔ ہووے ہووَن ہار
ہووے ہووَن ہار۔ بچار ترے کیں ہی ہووے
آپ جب لئے آپار۔ نام نارائن کھوئے
کہے دین درویش پرے کیوں بھرم کے پھندا
کرن ہار کرتار کرے گا تو کیا بندا؟

خلاصہ

اے انسان! اگر تو سکھ شانتی سے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ تو ترشنا پشاچنی کے پھندے سے نکل کر بھگوان پر بھروسہ رکھ اور سنتوش روپی کلپ برکش کا آشرہ لے۔ سنتوش کے بنا سکھ شانتی کے حصول کا دوسرا اپائے نہیں ہے۔ اگر سنتوش نہ کرے گا۔ تو ترشنا تجھے بھٹکا کر ساری عمر یوں ہی گنوا دے گا۔ اور کچھ ہاتھ نہ آوے گا

شلوک ۵

میں بہت سے دشوار گذار اور خطرناک مقاموں میں ڈھونڈتا پھرا۔ مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا میں نے اپنی جاتی اور اپنے کل کی آن تیاگ کر پرائی چاکری بھی کی۔ مگر اس سے بھی کچھ نہ ملا۔ پھر میں کوّے کی طرح ڈرتا ہوا اور اپمان سہتا ہوا پرائے گھروں کے ٹکڑے بھی کھاتا رہا۔ مگر

ہے پاپ کرم کرانے والی ترشنے! تجھے اتنے پر بھی سنتوش نہ ہوا۔ اور تو مجھے اور لالچ کے چکر میں پھنسانا چاہتی ہے؟

ویاکھیا اس شلوک میں بھی ترشنا کی نندا اور سنتوش کی مہما بتلائی گئی ہے۔ دھن کے لالچ میں انسان گھر چھوڑ کر ودیش پردیش بھٹکتا ہے۔ اور دشوار گذار جنگلوں میں جاتا ہے۔ مگر پھر بھی ناکام رہتا ہے۔ وہ برہمن ہو کر نیچ کی چاکری تک کرتا ہے۔ اور مالک جو نیچ کرم کرے وہ سب کرتا ہے۔ مگر اتنے پر بھی اُسے دھن نہیں ملتا۔ آخر ماں بہن بیٹی کو بالائے طاق رکھ کر بن بلائے رشتہ داروں وغیرہ کے گھروں میں جاتا ہے۔ وہ کوے کی طرح ڈرتا ڈرتا کھاتا رہتا ہے۔ اور اُن کے طعنوں کو زہر کے گھونٹ کی طرح پی جاتا ہے۔ اتنا اپمان سہنے پر بھی اُس کی کامنا پوری نہیں ہوتی۔ اس سے گھبرا کر وہ بدقسمت انسان ترشنا کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔ کہ اے پاپنی ترشنا! میری اتنی درگت کرا کر بھی تجھے سنتوش نہیں ہوتا؟ اب تو شانت ہو۔ تیرے شانت ہونے پر ہی میں سکھ کا سانس لے سکوں گا۔"

شلوک ۶ مَیں نے دشٹوں کی سیوا کرتے ہوئے اُن کی طعنہ زنی اور مخول بازی برداشت کی۔ اندر کے دکھ سے آئے ہوئے آنسوؤں کو اندر ہی دکھی دل سے اُن کے سامنے ہنستا رہا۔ ان ہنسنے والوں کے سامنے چت کو کڑا کر کے ہاتھ بھی جوڑے۔ اے آشا ترشنا! کیا تو ابھی اور بھی ناچ نچائیگی؟ (۶)

ویاکھیا میں نے نیچ پرشوں کی نوکری کی۔ اُن کی سیوا کرتے ہوئے میں نے اُن کی جھڑکیاں اور طعنے برداشت کئے۔ گالی گلوچ بھی برداشت کئے۔ ان کی باتوں کے تیروں سے میرا جگر چھلنی ہو جاتا تھا۔ اور دل اندر ہی اندر رو اٹھتا تھا۔ اس کی وجہ سے جو آنسو آتے تھے۔ انہیں میں روک لیتا تھا۔ اندر ہی اندر گھل گھل کر میں مرجھا جاتا تھا۔ پھر بھی میں اُن کے سامنے ہنستا۔ اور غصہ کو دبا کر چت کو ڈانواں ڈول نہ کر کے اُن دشٹوں کے سامنے ہاتھ جوڑتا تھا۔ اس پر بھی مجھے اُن سے کچھ نہ ملا

ہے آشا ترشنا! اتنی درگت تم نے میری کرائی۔ اتنے ناچ نچائے۔ اب تیرے من میں کیا ہے؟ کیا ابھی تو مجھے اور ناچ نچائیگی؟ نہیں نہیں۔ اب تو شانت ہو اور مجھے سنتوش امرت کا پان کر کے سکھی ہونے دے۔ ترشنا کے بارے میں کبیر جی کہتے ہیں۔ ؎

یہ ترشنا ہے ڈاکنی۔ یہ ترشنا ہے کال
اور اور نِس دن چہے۔ جیون کرے بے حال

موہ کی شراب

شلوک سورج کے طلوع اور غروب کے ساتھ ساتھ انسانوں کی زندگی ہمیشہ گھٹتی جاتی ہے۔ وقت بھاگا جاتا ہے مگر کاروبار میں مشغول رہنے کے باعث وہ بھاگتا ہوا نظر نہیں آتا۔ لوگوں کو پیدا ہوتے بوڑھے ہوتے۔ دکھ اٹھاتے اور مرتے دیکھ کر بھی من میں کچھ بھے نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موہ روپی شراب کے نشے میں سنسار متوالا ہو رہا ہے۔ (۷)

ویاکھیا ہم دیکھتے ہیں کہ روز سورج نکلتا ہے۔ اور غروب ہوتا ہے۔ روز صبح ہوتی ہے اور شام ہوتی ہے۔ سورج کے طلوع و غروب کے ساتھ انسان کی عمر گھٹتی جاتی ہے۔ اسی لئے کسی نے کہا ہے۔ ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

یہ دن اور رات بڑی تیزی کے ساتھ دوڑ رہے ہیں۔ جن کو کوئی بھی کام نہیں ہے جو دکھیا ہیں۔ انہیں تو یہ بڑے بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ کاٹے نہیں کٹتے۔ ایک ایک لمحہ ایک ایک سال کے برابر گذرتا ہے۔ اگرچہ سنساری موہ مایا میں پھنسے کاروباری لوگ ہیں۔ اُن کا وقت ہوا سے بھی زیادہ تیزی سے گذرتا ہے۔ انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ دن کب چڑھا اور کب غروب ہو گیا۔ وہ اپنے کاموں میں مست رہتے ہیں۔ اور موت کا وقت تیزی سے نزدیک آتا جاتا ہے۔ جب موت گلا دبوچنے لگتی ہے تب اُن کو ہوش

آتا ہے مگر اس وقت تک زندگی کا کھیت دن رات روپی چڑیاں چُگ چکی ہوتی ہیں۔ اس لئے اب وہ پچھتاتا ہے مگر:-

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت ٥

انسان ہر روز دیکھتا ہے۔ کہ آج فلاں آدمی چل بسا۔ اور فلاں آدمی جو عیش و آرام کرتا تھا خوب بھوگ بھوگتا تھا۔ بوڑھا ضعیف ہو گیا ہے۔ اس کی جوانی اس کی خوبصورتی اور اس کی بھوگ بھوگنے کی طاقت نہ معلوم کہاں چلی گئی۔ فلاں آدمی جو کروڑ پتی تھا جس کے سینکڑوں نوکر چاکر تھے۔ دانہ دانہ کو محتاج ہو گیا۔ راجہ نے اُسے جیل میں جھونک دیا۔ اور اس کے استری پتر اس کی بات تک بھی نہیں پوچھتے۔ موت۔ بڑھاپا اور روگ وغیرہ دکھ کے مناظر ہر ایک انسان روز دیکھتا ہے مگر وہ ان پر کچھ بھی وچار نہیں کرتا۔ وہ دوسروں کو بوڑھا ہوا دیکھتا ہے۔ مگر خود یہ سمجھتا ہے کہ میں سدا جوان بنا رہوں گا۔ اپنے مترون اور رشتہ داروں کو سب کچھ یہیں چھوڑ کر مرتے دیکھتا ہے۔ مگر خود سمجھتا ہے کہ وہ مر گئے۔ تو مر گئے۔ میں نہ مروں گا۔ وہ دوسروں پر مصیبت پڑتی دیکھتا ہے۔ دوسروں کو روگ میں مبتلا دیکھتا ہے مگر اتنا نہیں سمجھتا کہ مجھ پر بھی دکھ اور روگ کا حملہ ہو سکتا ہے۔ بہتوں کو شمشان پر جا کر ویراگ ہوتا ہے۔ مگر وہ لمحہ بھر ہی ٹکتا ہے شمشان سے گھر آتے ہی بھول جاتا ہے۔ یہ سب باتیں ہم روز دیکھتے ہیں۔"

آخر اس غفلت اور بے ہوشی کا کیا کارن ہے؟ اس کا کارن موہ یا پرماد کی شراب ہے جسے پی کر سنسار متوالا ہو رہا ہے۔ اسی لئے وہ دوسروں کی موت بڑھاپا اور روگوں کو دیکھ کر بھی نہیں جاگتا۔ دوسروں کی بات تو جانے دو۔ وہ اپنے شریر میں روگ اور بڑھاپے وغیرہ کو دیکھ کر ہوش میں نہیں آتا۔ اور موہ کی مدہوشی میں ہی جیون گذار دیتا ہے۔ سفید اور سیاہ دو چوہے اس مدہوشی میں اس کے جیون سوتر (رشتہ زندگی) کو کاٹتے رہتے ہیں۔ جب کاٹ چکتے ہیں۔ تب وہ کف حسرت ملتا ہوا اس فانی سنسار سے نامرادی کی حالت میں چل دیتا ہے۔"

ہدایت

منش شریر بڑا دُرلبھ ہے۔ یہ خودشناسی یعنی پرماتما یا ابدی آنند پانے کے لئے ملا ہے۔ نرکو

موہ کی شراب پی کر مدہوش ہونے کے لئے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ نایاب منش دیہہ کو عبث ضائع نہ کرے۔ سر پر کال ناچ رہا ہے۔ ایک سانس کا بھروسہ نہیں۔ بقول ع

اس دم دا کی ہے بھروسا
آیا آیا نہ آیا نہ آیا

جو سانس باہر نکل گیا وہ واپس آوے یا نہ آوے۔ اس لئے غفلت اور مدہوشی کو تیاگ کر جیون کو ناپائیدار سمجھ کر اپنے سرجنہار میں من لگاؤ۔ اور پراوپکار میں چت دو۔ ع

تن سیوا میں اَرپیئے من سے جپیئے رام
پرمارتھی تب پائیے پورن آنند دھام

اور بھی:-

مایا سنگی نہ من سنگا۔ سنگا نہ یہ سنسار
پرشورام یا جیو کو۔ سنگا سو سرجنہار

زمانہ رنگ بدلتا ہے

زمانہ رنگ بدلتا ہے

روز صبح کو دن چڑھتا ہے شام کو ڈھلتا ہے۔ زمانہ

۱۔ آج ہوا ہے جگت میں کوئی شاہوں کا شاہ
کل کو وہ ہی کوڑی کوڑی کو ہو رہا تباہ
بگڑ کر کوئی سنبھلتا ہے۔ زمانہ رنگ بدلتا ہے ۱

۲۔ بڑے بڑے ہو گئے جہاں میں راجہ اور فقیر
خالی ہاتھوں آئے تھے سب خالی گئے اخیر
وقت جانے نہیں ٹلتا ہے زمانہ رنگ بدلتا ہے ۲

۳۔ بہتیرے خوبرو جہاں میں ہو کر کے مالا مال
انت سمے میں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کال کے گال
یہاں نہیں کسی کا چلتا ہے۔ زمانہ رنگ بدلتا ہے ۳

۴۔ اچھا اور برا جیسا ہو وہ جاتا ہے نام
اسی لئے دنیا میں نیکی کر لو رادھے شیام
نہیں تو وقت نکلتا ہے۔ زمانہ رنگ بدلتا ہے ۴

" اے انسان موہ مایا کو تیاگ اور زندگی کے حقیقی مقصد میں لگ جا

سنسار کے دکھوں کا کچا چٹھا

استری کا مایا جال

شلوک ۸

استری کا کے پھٹے ہوئے کپڑوں کو ننگے اور بھوکے دین بالک کھینچتے ہیں گھر کے اور لوگ بھوک کے مارے اس کے سامنے روتے ہیں، اس سے استری بہت دکھی ہے۔ ایسی دکھنی استری اگر گھر میں نہ ہوتی تو کون دھیرج وان پُرش جس کا گلا مانگنے اور انکاری کے بھے سے رک جاتا ہے۔ نا صاف زبان میں یا ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں گڑگڑا کر "کچھ دیجیے" ان لفظوں کو اپنے پیٹ کی آگنی شانت کرنے کے لیے کہنا پسند کرے گا۔ (۸)

ویاکھیا مطلب یہ ہے کہ استری کے کارن ہی پُرش کو طرح طرح کے کشٹ اٹھانے پڑتے ہیں۔ اس لیے استری پتر وغیرہ دکھ کے کارن ہیں۔ جب مفلسی میں کھانے کو ان نہیں ملتا۔ بالک ماں کے کپڑے پکڑ پکڑ کر کھینچتے اور روٹی مانگتے ہیں، تب وہ بیچاری ایکدم سے دکھی ہو جاتی ہے۔ اس کے اداس چہرے کو دیکھ کر پُرش اپنے مان اپمان کا خیال چھوڑ کر بھیک مانگنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اس ڈر سے کہ کہیں کوئی مجھے بھیک دینے سے انکار نہ کر دے۔ مرد کا گلا گھٹتا ہے۔ مگر بیچارہ لڑکھڑاتی زبان سے "مجھے کچھ دیجیے"۔ یہ لفظ کہتا ہی ہے۔ اگر استری نہ ہوتی۔ تو کون مرد اپنے پیٹ کی آگ شانت کرنے کے لیے ایسا کرتا؟

دنیا میں دوسروں سے کچھ مانگنے کی نسبت ذلت کی بات دوسری نہیں ہے۔ مانگنا اور مرنا دونو برابر ہیں۔ کسی کسی کی تو یہ رائے ہے کہ مانگنے کی نسبت موت بھلی۔ مانگنے کے لیے ترے کی ناتھ بھگوان کو بھی وامن (چھوٹا) ہونا پڑا۔ تب دوسروں کی تو بات ہی کیا ہے۔ اس لیے تلسیداس جی نے کہا ہے:

تلسی کر پر کر کرو۔ کر تر کر نہ کرو
جا دن کر تر کر کرو۔ تا دن مرن کرو

ارتھات ہاتھ کے اوپر ہاتھ کرو۔ ہاتھ کے نیچے ہاتھ نہ کرو۔ جس دن ہاتھ کے نیچے ہاتھ کرو، اس دن اپنی موت جانو

مطلب یہ کہ دوسرے کو دان دو۔ مگر کسی کے آگے ہاتھ مت پھیلاؤ۔ جس دن دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی نوبت آجاوے، اُس دن موت ہو جائے تو بھلی۔ بقول کبیر جی

ماںگن گئے سو مر رہے مت کوئی مانگے بھیک

رحیم جی فرماتے ہیں

رحمن وہ نر مر چکے۔ جو کہوں مانگن جاہیں
ان سے پہلے وہ مرے جن مکھ نکست ناہیں

مفلسی میں مانگنے کی بات گلے تک آتی ہے پھر بڑی مشکل سے کسی طرح زبان پہ آتی ہے۔ مگر زبان پہ تالا لگا ہوتا ہے۔ اس لیے وہاں سے آگے نہیں نکل سکتی۔ پرانوں کی بازی لگانے پر بھی نہا پرشوں کی زبان سے "کچھ دو"۔ یہ شبد نہیں نکلتے۔ مگر استری اور بال بچوں کے لیے بڑے بڑوں کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔ استری اور بچوں کی پرورش کے لیے بھیک بھی مانگنی پڑتی ہے۔ اور ساری عمر اسی بکھیڑے میں گذر جاتی ہے۔ مگر پرماتما کے بھجن میں من نہیں لگتا۔ کیونکہ اسے ہر دم نون تیل ایندھن اور آٹے کی چنتا لگی رہتی ہے۔ ایشور میں من نہ لگنے اور عمر ختم ہو جانے پر اُسے پھر آواگون کے چکر میں پھنسنا پڑتا ہے۔ اس لیے جو لوگ آواگون کے چکر کو کاٹ کر مکتی حاصل کرنا چاہیں، وہ استری روپی مایا کے بندھن میں نہ پڑیں۔ یہ استری ہی سنسار روپی درخت کا بیج ہے۔ شبد سپرش روپ رس اور گندھ اس کے پتے۔ کام کرودھ وغیرہ اس کی ڈالیاں اور بیٹا بیٹی اس کا پھل ہے۔ تو سنسار روپی جال سے یہ سنسار بڑھتا ہے صاف ہے کہ سنسار بندھن کا کارن ناری ہے۔ جس نے ناری سمبندھ توڑ دیا۔ وہی سچا تیاگی ہے۔ اسے کچھ دکھ نہیں ہے۔ مگر جو استری کے پھندے میں پھنس گیا، وہ گویا مکتی مارگ سے بھٹک گیا۔ موکش کی شاہراہ میں کنک اور کامنی یہ دونو ہی رکاوٹ ہیں۔ جیسا کہ کبیر جی نے کہا ہے:

چلوں چلوں سب کوئی کہے پہنچے ورلا کوئے
ایک کنک اک کامنی، دُرگم گھاٹی دوئے
ایک کنک اک کامنی، یہ لمبی تلوار
چلے تھے ہری ملن کو، بیچ ہی لینا مار

ناری نسا ودے تین گن ۔ جو نر پاسے ہوئے
بھگتی، مکتی اور گیان میں پہنچ سکے نہ کوئے

جب ویاس جی نے شکدیو جی سے شادی کرنے کو کہا۔ اور شاستروں کے سب حوالجات دے کر سمجھایا۔ تب شکدیو جی نے اُن کی بات نہیں مانی۔ وہ بولے، پتا جی! لوہے اور کاٹھ کی بیڑیوں سے چھٹکارا بھلے ہی ہو جائے۔ مگر استری پتر وغیرہ کی موہ روپی بیڑیوں سے پرش کا پیچھا نہیں چھوٹ سکتا۔ پتا جی! اگر ہست آشرم جیل خانہ سے اس سے ذرا بھی کم نہیں ہے۔ استری یا گرہست کے لیے پرش کو سنسار میں نیچ سے نیچ کام کرنے پڑتے ہیں۔ اس لئے میں استری کے بندھن میں نہیں پڑنا چاہتا

شلوک ۹

بڑھاپے کے بارے میں لوگ بھوگنے کی خواہش نہیں مری۔ منہ دیکھتی گھٹ گئی ہے ہماری برابری والے چل بسے۔ جو گھر سے منزہ گئے ہیں وہ بھی تھکے یا ہم جیسے ہو گئے ہیں۔ اب ہم بنا لاٹھی کے اُٹھ بھی نہیں سکتے۔ اور آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا ہے۔ اتنا سب ہونے پر بھی ہماری کایا کیسی بے حیا ہے۔ جو موت کی بات سن کر چونک اٹھتی ہے۔ (۹)

ویاکھیا

سنسار کی عجیب گتی ہے۔ اس زندگی میں ذرا بھی سکھ نہیں ہے۔ انسان کے عزیز، مِتر اور رشتہ دار مر جاتے ہیں۔ خود بھی بڈھا ضعیف ہو کر نکما ہو جاتا ہے۔ آنکھ، کان وغیرہ اندریاں نکمی ہو جاتی ہیں۔ منہ تو سادہ ہی دیتا ہے انت کو بھی ہی دیتا ہے۔ گھر بار کے لوگ انادر کرتے ہیں۔ لاٹھی کے بغیر چلا نہیں جاتا۔ بھوک بالکل کم ہو گئی ہے اور روگ ہر وقت دکھ دیتے ہیں۔ تو بھی انسان مرنا نہیں چاہتا۔ بلکہ مرنے کی بات سن کر چونک اٹھتا ہے۔ اس موہ یا انسان کا بھی کیا ٹھکانا ہے؟

لکڑہارا اور موت

ایک بڈھا بہت ہی غریب تھا۔ پیٹ بھرنے سب مر گئے تھے۔ ایک ناتر بڑھیا رہ گئی تھی۔ بڈھے کے ہاتھ پاؤں اسے جواب دے رہا تھا۔ آنکھوں سے دکھائی نہ دیتا تھا۔ پھر بھی اپنی اور بڑھیا کی پیٹ پوجا کے لئے وہ جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاتا۔ اور بیچ کر گزارہ کرتا تھا۔ ایک دن اپنی زندگی سے نہایت دکھی ہو کر موت کو پکارا۔ اس کو پکارتے ہی موت انسانی روپ میں اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ بڈھے نے پوچھا۔ تم کون ہو؟

موت نے کہا۔ میں موت ہوں تمہارے پکارنے پر تمہیں لینے آئی ہوں۔

موت کا نام سنتے ہی لکڑہارا چونک اٹھا۔ کہنے لگا۔ جی میں نے آپ کو یہ بھاری بوجھ اٹھوانے کے لئے بلایا تھا۔

موت اس کا بوجھ اٹھوا کر چلی گئی۔

دیکھئے۔ بڈھا لکڑہارا ہر طرح سے دکھی تھا۔ اسے زندگی میں ذرا بھی سکھ نہ تھا۔ پھر بھی وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ موت کو دیکھ کر ہی چونک پڑا تھا۔ یہی حالت سنسار کی ہے۔

ایک دکھی بوڑھا سیٹھ

ایک ویش نے اپنی عمر بھر کھپ کر خوب دھن کمایا۔ بڑھاپے میں پتروں نے سارے دھن پر قبضہ کر لیا اور بڈھے کو پچھواڑے ایک ٹوٹی سی کھاٹ اور پھٹی سی گدڑی پر ڈال دیا۔ اور کتے بلی وغیرہ ہٹانے کے لئے ہاتھ میں لاٹھی دے دی۔ صبح شام گھر کا کوئی آدمی بچا کھچا باسی ان اسے دے جاتا۔ سیٹھ بڑے کشٹ سے اپنا جیون بسر کرتا تھا۔ بہوئیں دن بھر کہا کرتی تھیں "یہ مر نہیں جاتے۔ سب کو موت آتی ہے۔ نہ معلوم اسے کیوں بھول گئی۔ دن بھر پڑا پڑا تھوک تھوک کر میلا کرتا ہے" ایک دن ایک پوتا انہیں پیٹ رہا تھا۔ اتنے میں نارد جی آ نکلے۔ اُنہوں نے سارا حال دیکھ کر کہا۔ سیٹھ جی! آپ بڑے دکھی ہیں۔ سورگ میں سب سکھ ہیں۔ چلئے آپ کو میں سورگ میں پہنچا دوں۔ یہاں پڑے پڑے کیوں دکھ بھوگ رہے ہو؟

سنتے ہی سیٹھ نے کہا۔ جا رے جوگی کے! میرے بیٹے پوتے مجھے ایسے ہی پاگل دیتے ہیں تو نے مجھے کیا۔ کیا تو ہمارا پیغمبر ہے ؟ ہم اندیشی فکر کبھی ہوں ہی مجھے بزرگ کی ضرورت نہیں سیٹھ کی باتیں سن کو نارد جی کو بڑا تعجب ہوا۔ کہنے لگے اوہو! سنسار سچ مچ ہی موہ پاش میں بندھا ہے۔ موہ کی شراب پی کر مدہوش ہو گیا ہے انسان سے قبر میں پیر لٹکا رکھے ہیں پھر بھی دنیوی ہی میں اس کا من لگتا ہے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے۔

"جو چیزیں شریروں کے دل میں آنند پیدا کرنے والی جوانی چلی گئی ہے۔ دانت گر گئے ہیں۔ لکڑی کا سہارا لے کر چلنا ہوتا۔ آنکھوں کی روشنی ماری گئی ہے۔ دونوں کانوں سے سنائی نہیں دیتا تو بھی میرا مدہوش من دنیوی کو ہی چاہتا ہے"

یہ کتنے تعجب کی بات ہے گورو نانک جی کہتے ہیں:۔

کالیاں تھیں سو سیتے دھولیاں بھئے سپید
نانک منا متیندیاں اجیر گیم آ گوسید

شلوک ۱۰	ودھاتا نے ہنسا رہتا اور بنا کوشش کے ملنے والی ہوا کا بھوجن سانپوں کے لئے

بنایا۔ پشوؤں کو گھاس کھانا اور زمین پر سونا بتلایا۔ مگر جو اپنی بدھی کے بل سے بھو ساگر کے پار جا سکتے ہیں۔ اُن منشیوں کی روزی ایسی بنائی کہ جس کی تلاش میں ان کے سارے گنوں کا خاتمہ ہو جاوے۔ (۱۰)

ویاکھیا	بدھاتا نے سانپوں کے لئے ہوا کی خوراک بنائی۔ جسے پانے کے لئے انہیں کسی طرح کی

کوشش نہیں کرنی پڑتی وہ خود بخود ہی اُسے مل جاتی ہے۔ جانوروں کے لئے گھاس چرنے کو اور زمین سونے کو بنا دی ہے اس لئے ان کو بھی اپنے کھانے پینے کے لئے خاص کوشش کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ جنگل میں اُگی ہوئی گھاس تیار پاتے ہیں اور جب چاہتے ہیں پیٹ بھر لیتے ہیں۔ سونے کے لئے بھی انہیں پلنگوں اور گدوں تکیوں کی چنتا نہیں کرنی پڑتی زمین پر ہی پڑے رہتے ہیں۔ اس طرح سانپ اور جانوروں پر بھگوان نے کرپا کی۔ کیونکہ ان کو کھانے پینے اور سونے کے لئے کسی قسم کی کوشش نہیں کرنی پڑتی وہ بے فکری سے اپنا جیون بسر کرتے ہیں، مگر انسانوں کی یہ بات نہیں ہے۔ بھگوان نے انسانوں کو بدھی تو ایسی دی کہ جس سے وہ سنسار ساگر سے پار ہو کر مکتی تک پراپت کر سکے۔ مگر اس کی روزی ایسی بنائی کہ جس کے لئے ساری عمر محنت کرنی پڑے اور اُس روزی کی تلاش میں اس کی ساری خوبیاں ختم ہو جائیں۔ انسانیت گم ہو جائے۔ اور وہ حیوانوں سے بھی بدتر کرم کرنے لگے۔ دھوکہ، چھل کپٹ، ڈاکہ زنی بلیک، رشوت اور سب طرح کے پاپوں میں لگ جائے۔ اگر ایشور انسانوں کی روزی بھی سانپوں اور جانوروں کی سی خوراک ہوا اور گھاس وغیرہ ہی بناتا۔ تو کتنا اچھا ہوتا۔ تب انسان کو روزی کی چنتا نہ ہوتی۔ اور وہ اپنے بدھی بل سے سہج ہی مکتی پراپت کر لیتا۔ اُستاد ذوق نے بہت ہی اچھا کہا ہے۔ سہ

بنایا ذوق انساں کو جو اُس نے حیز ضعیف
تو اس ضعیف سے نکل کام دو جہاں کے لئے

ایشور نے انسان کو کتنا کمزور بنایا۔ مگر کام اُس کو ایک دو پر ایک دو کے لئے۔ یعنی اسے ایک دیپ ایک دو کی فکر لگا دی ایک دوسرے دوان نے کہا ہے کہ

کبھی نمک، تیل، چاول، ساگ اور ایندھن کی چنتا میں ہی بڑے بڑے بدھیمانوں کی عمر بھی ختم ہو جاتی ہے۔ مگر اس چنتا کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے انسان کو ایشور بھگتی یا آتم چنتن کے لئے وقت نہیں ملتا۔ اگر انسان مصائب اور مشکلات کے ہوتے ہوئے اپنا پرلوک سدھارنا چاہے۔ تو اسے چاہیئے کہ اپنی ضروریات زندگی کم کرے کیونکہ

جس کی ضروریات جتنی کم ہیں وہ اتنا ہی سکھی ہے

اسی لئے مہاتما لوگ محلوں میں نہ رہ کر درختوں کے سایہ کے نیچے زندگی گذار دیتے ہیں۔ بن میں جو پھل پھول ملتے ہیں۔ انہیں کھا کر جھرنوں کا امرت سمان ٹھنڈا پانی پی کر پیٹ بھر لیتے ہیں۔ اپنی ضروریات کو کم کرنا ہی سکھ شانتی کا سچا اُپائے ہے۔ سہ

بہت پسارا نہ کرے کر تھوڑے کی آس
بہت پسارا جن کیا۔ وہ ہی گئے نراس

شلوک ۱۱

ہم نے سنسار بندھن کے کاٹنے کے لیے ودھی کے مطابق ایشور کے چرنوں کا دھیان نہیں کیا۔ ہم نے سورگ کے دروازے کھلوانے والے دھرم کو بھی نہیں کمایا۔ اور ہم نے خواب میں بھی استری کے کٹھور کچوں کا آلنگن نہیں کیا۔ ہم تو اپنی ماتا کے جوانی روپی بن کو کاٹنے والے کلہاڑے ہی ہوئے۔ ارتھات ہمارا منش جنم عبث ہی ہوا۔ (۱۱) دنیا میں آکر کوئی بھی کام ہماری بہتری کا نہیں کیا۔

ویاکھیا

سنسار میں انسان کا جنم لینا سپھل ہے۔ جو بدھی پُورک بھگوان کا بھجن کرے اور تمام سنساری واسناؤں کا تیاگ کرکے اُتم لین ہو کر موکش پراپت کرلے۔ یہ منش کا پرم دھرم ہے۔ پرم پرشارتھ ہے۔

اگر یہ نہ ہوسکے۔ تو منش کو چاہیے کہ وہ بڑے بڑے یگیہ کرے۔ دان دے اور پروپکار کے کام کرے۔ ایسا کرنے سے اس کے لیے سورگ کے دوار کھل جاویں گے اور وہ سورگ میں جاکر من چاہا سکھ بھوگ سکیگا۔

اگر اس سے یہ بھی نہ ہوسکے۔ تو اسے چاہیے کہ اپنے گن سوبھاؤ کے مطابق کسی سیوگیہ سندری نوخیزہ سے بیاہ کرکے سنساری سکھ بھوگے۔ اگرچہ مندرجہ بالا کام بہت اچھے ہیں لیکن وہ نہ ہوسکیں۔ یہ تیسرا پرشارتھ تو ضرور کرلینا چاہیے۔ اس سے منش شریر کا کچھ تو اپیوگ ہو ہی جاوے گا۔ کیونکہ اگر وہ گرہست دھرم کا ٹھیک طرح سے پالن کریگا تو اس جنم میں نہ سہی اگلے جنم میں ہی مندرجہ بالا دونوں کے لیے پرشارتھ کرسکیگا۔

جس آدمی نے منش جنم لے کر مندرجہ تینوں پرشارتھوں میں سے ایک بھی پرشارتھ نہیں کیا سمجھو کہ اس کا منش جنم ہی عبث گیا۔ اس کی ماتا نے اس کو پیدا کرنے کے لیے عبث ہی یوون نشٹ کیا تھا۔ اس لیے اس کے نکمے جیون کو دھکار ہے۔

اس پر تو یہی مثال راست آتی ہے۔ کہ

دُبدھا میں دونو گئے۔ مایا ملی نہ رام

گوسائیں تلسی داس جی کہتے ہیں

سُت بِت ناری جگت سوں　　رام بھگت جا کو نہیں ہوئی

مندرجہ ذیل بھجن ایسے آدمیوں پر خوب راست آتا ہے۔

بھجن

اِدھر کے رہے نہ اُدھر رہے

نہ دھن ہی کمایا نہ دھرم کیا۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
نہیں بھوگ کیا نہیں یوگ لیا۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
لگے مایا کی دُھن میں سدا ہی رہے۔ نہیں دھرم ادھرم پہ دھیان دیا
نہ تو کھایا نہ آپ کسی کو دیا۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
ان روگوں نے تن کو تپا ڈالا۔ کہیں چین ملا نہ ہم کو ذرا
نہیں مر کے ہی پاپ کٹا نہ جیا۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے
رہے سب سے الگ ہم "رام" سدا۔ نہیں منتر بنا یا نہ شستر کیا
نہ جُڑا ہی رہا نہ چھٹا ہی رہا۔ نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

شلوک ۱۲

وشیوں کو ہم نے نہیں بھوگا۔ بلکہ وشیوں نے ہماری کھنگالن کر دیا۔ تپ کو ہم نے نہیں تپا۔ بلکہ تپ نے ہی ہم کو تپا ڈالا۔ کال کا خاتمہ تو نہ ہوا بلکہ ہمارا ہی خاتمہ ہوگیا۔ ترشنا تو بڈھی نہ ہوئی۔ ہم ہی بوڑھے ہوگئے۔ (۱۲)

ویاکھیا

ہم نے بھوگ بھوگے۔ اس خیال سے کہ بھوگنے سے شانتی مل جائے گی۔ مگر بھوگ کو ختم ہونے سے ہماری عمر کا پیمانہ بھر گیا۔ اور ہم ہی ختم ہوگئے۔ اور کچھ بھی دھرم کرم نہ کرسکے۔ تپ تو ہم نے نہیں کیا۔ مگر سنساری تاپوں (دکھوں) نے ہی ہم کو تپا ڈالا۔ ہم تو سنساری چکر میں پھنس کر بوڑھے ہوگئے۔ مگر تعجب ہے کہ ترشنا بڈھی نہ ہوئی۔ اور جب ہم کمزور اور نکمے ہوگئے۔ مگر دنیا کا موہ نشٹ نہیں ہوا۔"

مطلب یہ کہ انسان کسی حالت میں بھی دنیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ دنیا ہی اُسے نکما سمجھ کر چھوڑ دیتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ طاقت رہتے ہی سنساری وشیوں کو تیاگ کر سکھی ہووے اگر ایسا نہ کریگا۔ غفلت سے کام لے گا تو بہت جلد ہی وقت آویگا۔ کہ وشے ہی اسے تیاگ دیں گے۔ جس سے بہت کشٹ ہوگا

کبیر صاحب کہتے ہیں۔ دوہا

ہم جانے تھے کھائیں گے۔ بہت زمیں بہو مال
جیوں کا تیوں ہی رہ گیا۔ پکڑ لے گیا کال

دین گنوایو دُنی سے دُنی نہ چالی ساتھ
پاؤں کلھاڑا ماریا۔ غافل اپنے ہاتھ
آج کسے پَی کال بھجوں اگا کال کیے پھر کال
آج کال کے کرت ہی اوسر جاسی چال

شلوک ۱۳
کھشما تو ہم نے کی۔ مگر دھرم کے خیال سے نہیں، ہم نے گھر کے سکھ چین تو چھوڑے مگر سنتوش سے نہیں، ہم نے سردی گرمی اور ہوا کے نہ سہہ سکنے یوگیہ دکھ تو برداشت کرلئے، مگر ہم نے یہ سب دکھ تپ کے خیال سے نہیں سہے۔ بلکہ مفلسی کی وجہ سے ہم دن رات دھیان کرتے رہے، مگر پرانایام کرکے شبھو کے چرنوں کا دھیان نہیں کیا، ہم نے کام تو رشیوں جیسے کئے، مگر ان کی طرح پھل ہمیں نہیں ملا۔ (۱۳)

ویاکھیا
اس میں سچے اور جھوٹے ویراگیہ کا بیان کیا ہے مطلب یہ کہ کھشما سنتوں کا بھوشن ہے۔ منی لوگ دیا دھرم یا سرب آتم بھاؤ سے کھشما کرتے ہیں، مگر دنیادار لوگ دھرم کے خیال سے نہیں بلکہ ڈر کر یا کسی دنیوی خواہش سے کھشما کرتے ہیں جو کہ سچی کھشما نہیں ہوتی کھشما کا ڈھونگ ہی ہوتا ہے اس کھشما کا پھل بھی انہیں نہیں ملتا۔

جس طرح سنت لوگ سچا ویراگیہ ہونے پر گھر کے سکھوں کو تیاگ کر سچے ہردے سے تیاگی بن جاتے ہیں۔ اسی طرح دنیادار لوگ بھی کھانا پینا اور آرام چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر سچے دل سے نہیں بلکہ بیماری اور مجبوری سے چھوڑتے ہیں اسی لئے ان کا تیاگ سچا تیاگ نہیں ہوتا۔ اور وہ تیاگ کا پھل نہیں پاتے

اسی طرح گرہستی بھی سنتوں کی طرح سردی گرمی اور ہوا کے جھونکے برداشت کرتے ہیں مگر سنتوں کی طرح تپ کے لئے نہیں بلکہ مفلسی کے باعث یا مجبوری سے

جس طرح سنت لوگ دن رات بھگوان بھولا ناتھ کا نرنتر دھیان کرتے ہیں ویسے ہی گرہستی بھی دھیان تو کرتے ہیں۔ مگر وہ آٹھوں پہر سوتے جاگتے دھن استری پتر اور راگ دویش کا ہی دھیان کرتے ہیں۔ اس لئے دھیان کا پھل انہیں نہیں ملتا۔

خلاصہ مطلب یہ کہ دنیادار لوگ بھی سنتوں کی طرح ہی سب کام کرتے ہیں، بلکہ بعض حالتوں میں سنتوں سے بھی بڑھ کر تیاگ اور تپ کرتے ہیں مگر چونکہ ان کے کرم خود غرضی یا دکھاوے کے ہوتے ہیں۔ اس لئے سچے تیاگ اور تپ سے سنتوں کو جو پرم آنند اور موکش روپی سکھ ملتا ہے وہ [illegible] گرہستیوں کو نہیں مل سکتا۔ بلکہ ان کو ان کا پھل الٹا دکھ روپ ہی ملتا ہے۔

جیسے کوئی گرہستی گھر میں کنگالی اور محتاجی کا راج ہے جو استری بچوں کی پرورش نہیں کر سکتے۔ گرہستی کے دکھوں سے تنگ آ کر جو گھر بار چھوڑ کر ویراگی بن جاتے ہیں۔ وہ سچے ویراگی نہیں ہیں۔ رجوع کا نشان کرموں سے انتہ کرن شدھ ہو گیا ہے، اور جو بھگوت بھگتی کی مہما جان گئے ہیں۔ جو سچے دل سے دھن استری اور پتر وغیرہ کو تیاگ کر بن میں جا کر تپ کرتے اور جگدیش کا بھجن کرتے ہیں۔ ایسے پرش سچے ویراگی ہیں اور انہیں کو بھجن۔ تپ اور تیاگ کا سچا پھل ملتا ہے۔

پریم برابر یوگ نہ۔ پریم برابر گیان
پریم بھگتی بن جانیئے سب ہی تھوتھا دھیان

ترشنا کی نندا

شلوک ۱۴
چہرے پہ جھریاں پڑ گئیں، سر کے بال پک کر سفید ہو گئے سارے انگ ڈھیلے ہو گئے مگر ترشنا تو جوان ہوتی جاتی ہے۔ (۱۴)

ویاکھیا
جسم پر بڑھاپا آ گیا ہے، چہرے کا چمڑا سوکھ جانے سے چہرے پر جھریاں پڑ گئی ہیں۔ رنگ روپ اتر گیا ہے، ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ شریر بالکل ناطاقت اور نکما ہو گیا ہے۔ شریر کی ایسی دردشا ہو گئی مگر یہ ترشنا تو بوڑھی ہوئی نہ اس کا بل گھٹا۔ بلکہ الٹی جوان ہو گئی ہے جسم بوڑھا ہو گیا مگر ترشنا کو جوانی چڑھ گئی ہے۔

آج سارا سنسار ترشنا کے پھیر میں پڑا ہوا ہے۔ امیر اور غریب سبھی اس کے بندھن میں ہیں۔ غریبوں کی نسبت امیروں کو ترشنا زیادہ ہے۔ دولت مند لوگ ہمیشہ ننانوے کے پھیر میں

پڑے رہتے ہیں۔ ۹۹ ہونے پر ۱۰۰ پورے کرنے کی فکر لگی رہتی ہے۔ ہزار ہونے پر دس ہزار کی۔ دس ہزار ہونے پر لاکھ کی لاکھ ہونے پر کروڑ کی اور کروڑ ہونے پر ارب کھرب کی ترشنا لگی رہتی ہے۔ اسی چکر سے انسان روگی اور بوڑھا ہو جاتا ہے مگر ترشنا کو نہ کوئی روگ ہوتا ہے اور نہ وہ بوڑھی ہوتی ہے۔ کہا ہے:-

جوانی کو بڑھاپے کا ڈر ہے تندرستی کو بیماری کا ڈر ہے اور زندگی کو موت کا ڈر ہے۔ مگر ترشنا کو کسی کا ڈر نہیں ہے۔

اور بھی کہا ہے:-

بوڑھے ہونے پر بال گر جاتے ہیں، بوڑھے ہونے پر دانت چیرن ہو جاتے ہیں، بوڑھے ہونے پر آنکھ اور کان بھی بوڑھے ہو جاتے ہیں مگر ایک ترشنا جوان ہو جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ انسان بالکل نکما اور بے حد ضعیف اور بوڑھا ہو جانے پر بھی ترشنا کو نہیں تیاگتا۔ یہی بڑے تعجب کی بات ہے۔ سوامی شنکر آچاریہ جی نے موہ مُگدر میں کہا ہے،

اعضا ڈھیلے ہو گئے ہیں۔ بڑھاپے میں سر سن جیسا ہو گیا ہے۔ منہ میں دانت نہیں رہے ہیں۔ اور ہاتھ میں لی ہوئی لکڑی کی طرح جسم کانپتا ہے۔ تو بھی انسان آشا کو نہیں تیاگتا۔ سنسار آشا ترشنا کے بندھن میں بندھا ہوا ہے۔ ترشنا نہ ہوتی۔ تو انسان کو سورگ یا مکتی سہج میں ہی مل جاتی۔ شنکر آچاریہ پرشنوتری میں کہتے ہیں،

سوال۔ بندھن میں کون ہے؟	جواب۔ وشے انوراگی
" مکتی کیا ہے؟	" وشیوں کا تیاگ
" گھور نرک کیا ہے؟	" اپنا شریر
" سورگ کیا ہے؟	" ترشنا کا ناش

اور بھی کسی ودوان نے کہا ہے۔ ہردے میں جو کامناؤں کا واس ہے۔ اسی کو سنسار کہتے ہیں۔ اور ان کے سب طرح سے ناش ہو جانے کو "موکش" کہتے ہیں۔

سنسار میں بار بار جنم لینا اور بار بار مرنا ترشنا سے ہی ہوتا ہے۔ اس لئے جسے آواگون سے چھوٹ کر موکش پراپت کرنا ہو۔ وہ کبھی بھول کر بھی ترشنا راکشسی کے پھندے میں نہ پھنسے کیونکہ اس کے چکر میں پڑ کر انسان نیچ سے نیچ کرم کرنے لگتا ہے مگر تو بھی ترشنا شانت نہیں ہوتی۔ گیتا میں بھگوان نے کہا ہے۔

دوہا

اچل اکھنڈت ساگر میں جیسے سرتا سمائیں
ویسے ہی سب کامنا جس میں لین سمائیں
تقریر بدھی وہ پرش ہی پرم شانتی پائے
کامی کر کے کامنا بنت بنت دکھ اٹھائے
جو تیاگے سب کامنا اچھا اور اہنکار
سو تقریر بدھی پرش ہی پاوے شانتی اپار

شلوک ۱۵

آکاش کے جس ٹکڑے کو ادھر چندرما رات گزارتا ہے۔ اسی کو ادھر سورج دن گزارتا ہے۔ ان دونوں کی کیسی درگتی ہوتی ہے۔ (۱۵)

وِیاکھیا

آکاش کے جس حصے کو رات کے وقت چندرما طے کرتا ہے۔ اسی کو دن میں سورج طے کرتا ہے۔

سورج اور چاند نظام شمسی میں سب سے زیادہ سر لشٹھ ہیں جب ایسے ایسوں کی درگتی ہوتی ہے کہ بیچارے رات دن ادہر سے ادہر اور ادہر سے ادہر چکر لگایا کرتے ہیں۔ اور ان دونوں کے پاس ایک ہی آکاش روپی کپڑا ہے۔ جسے رات کو چاند پہن لیتا ہے اور دن کو سورج۔ اس کے یا جیدان کو لمحہ بھر بھی آرام کرنے کی آزادی نہیں ہے۔ دن رات بے بس ہو کر گھوما کرتے ہیں۔ مفلسی اتنی کہ ایک ہی کپڑے میں دونو گذارہ کرتے ہیں اور مجبوری ایسی کہ ایک لمحہ بھی آرام نہیں ملتا۔ جب سورج اور چاند کی جو کہ ایشور کی وبھوتیاں ہیں۔ ایسی درد شا ہوتی ہے۔ تب سادھارن جیودں کی تو بات ہی کیا ہے؟

مطلب یہ کہ بڑوں کی مصیبت کو دیکھ کر چھوٹوں کو اپنی مصیبت میں دھیرج دہرنا چاہیئے۔ اور سنتوش کرنا چاہیئے۔ در اصل دنیا میں کوئی سکھی نہیں ہے۔

شلوک ۱۶

وشیوں کو ہم چاہے جتنے دنوں تک کیوں نہ بھوگیں۔ ایک دن وہ ایشیا ہی ہم سے الگ ہو جاویں گے۔ تب انسان انہیں خود اپنی مرضی سے ہی کیوں نہ چھوڑ دے۔ اس جدائی میں کیا فرق ہے۔ اگر یہ نہ

چھوڑے گا۔ تو وہ چھوڑ دیں گے۔ جب وہ خود چھوڑیں گے۔ تب اسے بڑا دکھ اور مانسک کلیش ہوگا۔ اگر انسان اُن کو خود چھوڑ دے گا۔ تو اسے اننت سکھ اور شانتی ملیگی۔ (۱۶)

ویاکھیا جن وشے سکھوں کو ہم عرصہ سے بھوگتے آ رہے ہیں۔ وہ سدا ہمارے ساتھ نہ رہیں گے۔ یقیناً ایک دن ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اس لئے اگر ہم انہیں پہلے سے ہی چھوڑ دیں۔ تو ہمیں مہان سکھ اور شانتی ملیگی۔ اگر ہم نہ چھوڑیں گے اور وہ ہمیں چھوڑیں گے۔ تو ہمیں مہان دکھ اور مانسک کلیش ہوگا۔

جو لوگ سنساری وشیوں کو پہلے ہی تیاگ دیتے ہیں انہیں ان کے تیاگنے میں دکھ نہیں ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے۔ مگر جو انہیں اپنی مرضی سے نہیں چھوڑتے اور ان سے جب وہ وشے چھوٹتے ہیں اور قضا وقت پاکر انہیں مجبوراً چھوڑنا پڑتا ہے تب انہیں مہان کشٹ ہوتا ہے۔ جو سمجھدار انسان پہلے سے ہی دھن دولت استری پتر وغیرہ سے منہ ہٹا لیتے ہیں۔ انہیں مرنے وقت کشٹ نہیں ہوتا۔ جو اپنا من ان میں لگائے رہتے ہیں وہ مرتے وقت روتے ہیں مگر زبان بند ہو جانے سے اپنے من کی بات ظاہر نہیں کر سکتے۔ اس لئے جو سکھ سے مرنا چاہیں۔ انہیں پہلے سے ہی سب وشیوں سے منہ موڑ لینا چاہیئے۔ اسی طرح جو آج بہت طرح کے سکھ بھوگ رہا ہے۔ اگر کل اسے وہ سکھ نہ ملیں تو وہ بڑا دکھی ہوتا ہے۔ شاہ جہان بادشاہ تخت طاؤس پر براجمان ہوتا تھا اور بے حد سُکھی تھا۔ مگر اس نے اس کا انجام نہ سوچا تھا۔ اس نے سمجھا تھا۔ کہ یہ سکھ سدا رہے گا۔ مگر جب اس کے ہی بیٹے اورنگ زیب نے اسے جیل میں ڈال دیا۔ تو وہ اپار دکھ سے گھُل گھُل کر مرا۔ اس سے زیادہ شاریرک اور مانسک کلیش دنیا میں اور کسی کو نہیں ہوا۔ اس لئے جو وشیوں کو بھوگتے تو ہیں، مگر ان میں موہ نہیں کرتے۔ انہیں وشے سکھ نہ ملنے یا ان سے بچھڑنے پر ذرا بھی کشٹ نہیں ہوتا۔

اے دوستو! کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو وشے ایک دن تمہیں یقینی طور پر چھوڑنے پڑیں گے انہیں تم ان کے چھوٹنے سے پہلے اپنی خوشی سے خود ہی چھوڑ دو۔ اس طرح اپنی مرضی سے چھوڑ دینے سے تمہیں بہت سکھ ملیگا۔ مگر مجبوری سے چھوٹنے پر تمہیں بہت دکھ اٹھانا پڑے گا۔ بقول

جو کرنا ہے آج کر۔ کل کا کیا وشواس؟
نہ جانے کل کیا بنے۔ رہے یا جائے سانس

شلوک ۱۷ جب گیان کا اُدے (ظہور) ہوتا ہے تب شانتی کی پراپتی ہوتی ہے۔ شانتی کی پراپتی سے ترشنا شانت ہوتی ہے مگر وہی ترشنا وشیوں کے سیوَن سے بے حد بڑھتی ہے۔ مطلب یہ کہ وشیوں سے ترشنا کبھی شانت نہیں ہوتی۔ سندری کے کٹھور کچوں پر ہاتھ لگانے سے کام بڑھتا ہی ہے۔ گھٹتا نہیں جرا جیرن ایشوریہ کو بھی دیوراج اندر نہیں چھوڑ سکتے۔ (۱۷)

ویاکھیا آتم گیان سے ہی ترشنا کا ناش اور شانتی کی پراپتی ہوتی ہے۔ وشیوں کے بھوگنے سے ترشنا گھٹتی نہیں۔ اُلٹا بڑھتی ہے۔ جو آدمی ترشنا کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ترشنا سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ اسے اپنے پاس نہیں آنے دیتے۔ اُن سے ترشنا بھی دور رہتی ہے۔ ہم جب کسی استری سے پیار کرتے ہیں۔ اس کا آدر مان کرتے ہیں۔ تب ہمارے من میں کامنا پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر جب ہم اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اُسے منہ نہیں لگاتے۔ اسے پیار نہیں کرتے۔ تب وہ بھی ہم سے الگ رہتی ہے اور ہمارے پاس آنے کی اُسے ہمت نہیں ہوتی۔ اس لئے جو سچی ترشنا سے پیچھا چھڑانا چاہیں۔ انہیں وشیوں سے منہ موڑ لینا چاہیئے۔ دیکھو سورگ کے راجیہ کو بھوگتے ہوئے اندر کو لاکھوں کروڑوں برس ہوگئے تو بھی اس کی سورگ کا راجیہ بھوگنے کی ترشنا شانت نہیں ہوئی۔ تب یہ انسان بیچارے کس کھیت کی مولی ہیں جو کہ ترشنا روپی ملِّا استین کو پال کر اس کے ڈنک سے بچ جاویں۔ جس طرح پرانی شراب زیادہ تیز ہوتی ہے۔ ویسے ہی ترشنا پرانی ہونے سے بلوان ہوتی ہے۔ جوں جوں ہم اسے بھوگتے ہیں۔ ہم تو پرانے ہوتے جاتے ہیں۔ مگر ترشنا نئی نویلی ہوتی

جاتی ہے۔ اس لئے پرانے بال ٹوٹتے ہوئے پر بھی اسے چھوڑنے میں ہمیں بڑا دکھ ہوتا ہے۔"

خلاصہ مطلب یہ کہ ترشنا چانڈالنی کے پھندے میں مت پھنسو اگر یہ کبھی منہ دکھاوے۔ تو دھتکار دو۔ اگر اسے اپناؤ گے تو دشٹ استری کی طرح یہ تم کو پھنسائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم تو اس کے سنگ سے بوڑھے اور کمزور ہو جاؤ گے مگر یہ اُلٹا جوان اور بلوان ہو جائیگی۔ پھر اس سے پنڈ چھڑانا تمہاری طاقت سے باہر ہو جاوے گا۔"

ترشنا کے ناش کے لئے آتم گیان کی اشد ضرورت ہے۔ آتم گیان ہو جانے پہ ترشنا نشٹ ہو جاتی ہے۔

کام دیو کی نندا

شلوک ۱۸ دبلا۔ کانا اور لنگڑا کتا۔ جس کے کان اور پونچھ نہیں ہیں۔ جس کے زخموں سے پیپ بہ رہا ہے۔ جس کے شریر میں کیڑے کلبل کلبل کر رہے ہیں۔ جو بھوک کا ادھ مرا ہے۔ جس کے گلے میں ہانڈی کا گھیرا پڑا ہے۔ کتیا کے پیچھے پیچھے دوڑتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کام دیو مرے ہوئے کو بھی مارتا ہے۔ (۱۸)

ویاکھیا جس کتے کی ایسی بری حالت ہے۔ وہ بھی کام بھوگ کے لئے کتیا کے پیچھے دوڑتا ہے۔ تب موٹے تازے حلوہ مٹھائی اور مقوی خوراک کھانے والے لوگ اپنی کامنا کو کیسے روک سکتے ہیں؟ پُرش کام سے بچنے کے لئے گیانی اپنے جسم کو ایک دم گلا ڈالتے ہیں۔ طرح طرح کے برت اور اپواس کرتے ہیں۔ دھونی تپتے اور سردی گرمی برداشت کرتے ہیں۔ اس پر بھی وہ کام دیو کے وار سے سدا چوکتے رہتے ہیں کیونکہ کام دیو بڑا بلوان ہے۔ اس سے برہما وشنو اور شو بھی کانپتے ہیں جو پُرش اس کے قابو میں نہیں آتے وہی سچے بلوان اور سمرتھ ہیں۔ جیسے بھیشم، ہنومان جی وغیرہ۔"

کامی آدمی کو کتے سے بھی بدتر کہا گیا ہے۔ جیسے کہ

کامی کتا تیس (۳۰) دن انتر دے اُداس
کامی نر کتا سدا چھ رتو بارہ ماس

مرشو بھی بالک

شوجی کا کام دیو بھسم کرکے مرتنجے پدوی پانا

(شوالے میں گھنٹوں کا بجنا اور بیرہ پھیلانے کے اوپر پجاریک کا گانا)۔

آنکھ کان پانی کر پگ سے۔ جو اپرادھ ہوا ہو آپ
تن من سے جو کچھ بھی میں نے اُچت انوچت کئے جو پاپ
وہ سب کر کے کشما۔ کرپا کرکے دیجے مجھ کو دور ان
جے جے مہا دیو کرتا کے۔ ساگر شمبھو دیا ندھان

سوتر دھار۔ جگت میں جو کچھ ستیہ سندر اور منگل ہے وہ شو ہے۔ ستیم۔ سندرم منگلم شوم

ایک آواز۔ شو سچے گرو ہیں۔ شو پرم دیوتا ہیں اور سب برائیوں سے بندھے ہیں۔"

دوسری آواز۔ وہی بانی پھل ہے۔ جو شو شو رٹتی ہے۔ وہی من پوتر ہے۔ جو شو کے دھیان میں مگن ہے۔ وہی کان دھنیہ ہیں۔ جو شو کتھا سننے کے شوقین ہیں اور وہی ہاتھ سارتھک ہیں۔ جو شو کی پوجا کرتے رہتے ہیں۔ اور وہی نیتر سپھل ہیں۔ جو سب جگہ شو کا درشن کرتے ہیں۔

تیسری آواز۔ جن کے ہردے میں شو کا سنگھاسن لگ جاتا ہے۔ وہ سدا مکت ہے۔ جو "اوم نمہ شوائے" مہا منتر کا جپ جانتا ہے۔ اس کے لئے تپ تیرتھ یگیہ دان سب کا پھل سُلبھ ہو جاتا ہے۔

سوتر دھار۔ آرتی کا وقت ہو گیا ہے

(گھنٹے نقاروں سے ڈمرو اور شنکھ کا بجنا۔ آرتی ہونا)

"اوم جے جے شو شنکر..."

آرتی سماپت۔ پھر سب مل کر نمسکار کرتے ہیں۔

ॐ नमः शम्भवाय च मयोभवाय च
नमः शंकराय च मयस्कराय च
नमः शिवाय च शिवतराय च ॥

ایک آواز۔ شکتی داتا شو کو نمسکار ہو۔

دوسری آواز۔ جگ کے سروروپ شو کو نمسکار ہو

تیسری آواز۔ منگل کاری شو کو نمسکار ہو

چوتھی آواز۔ منگل سوروپ شو کو نمسکار ہو

پانچویں آواز۔ کلیان کرنے والے شنکر کو نمسکار ہو

چھٹی آواز۔ کلیان سوروپ شنکر کو نمسکار ہو

پجاری۔ جے جے بھوت ناتھ۔ کیلاش کاشی باسی بم بم بھولے۔ (سب مل کر۔ ہر ہر مہادیو)

سوتردھار۔ شو کے انیک روپ اور اننت لیلائیں ہیں جیسے روپ سے سنسار کا کلیان ہو۔ شو ویسا ہی روپ دھر لیتے ہیں۔ یہی شو کی مہما ہے۔

(۲)

سوتردھار۔ شو ہمالیہ کی چوٹی پر دھیان میں بیٹھے ہیں سامنے ترشول گڑا ہے۔ ترشول پر ڈمرو لٹکا ہوا ہے۔ شیر وغیرہ جانور ادھر ادھر سے نکل جاتے ہیں۔

پہلا دیوتا۔ شو تپ میں بیٹھے ہیں۔ اُن کا بیاہ کہیں ہوگا۔ تو دیوتاؤں کو شکتی اور بل دینے والی سنتان کون پیدا کرے گا؟

دوسرا دیوتا۔ اسروں کو ہرانے کے لئے پورن شکتی والا سیناپتی چاہیئے۔

تیسرا دیوتا۔ بھگوان شو جی اپنے انش سے اُنہے سیناپتی دے سکتے ہیں۔

چوتھا دیوتا۔ مگر شو کو تپ سے کون ہٹائے؟

(کامدیو کا آنا)

کامدیو۔ دیوتاؤ۔ تمہارا کام میں کروں گا۔ اہنسی کرما میرا بل اور پراکرم اچھے اچھے بڑے بڑے گیانی دھیانی اور تپسی میری ایک چوٹ سے گر جاتے ہیں۔ میں اپنے بسنت ہو رتو کا سہارا لے کر سارے سنسار کو ہرا سکتا ہوں۔ میں کامدیو ہوں۔ سنسار میں سب سے بلوان ہوں میں۔"

(دیوتاؤں کی سرگوشیاں)

دیوتا۔ رتی ناتھ! تمہاری جے ہو۔"

ایک آواز۔ کام دیو! ایسا کھیل کھیلو کہ شنکر بیاہ کر لیں۔ پرم تپسوی گیانی اور شکتی کے سوامی شو کی سنتان ہی سنسار کو نربھے کر سکیگی۔

دیوتا۔ ہاں ہاں رتی ناتھ! جاؤ جاؤ۔ تمہیں کون جیت سکتا ہے؟

کامدیو۔ دیوتاؤ۔ میں نربھے ہوں۔ میری سندرتا میرے ناز نخرے۔ میری چتون اور میرا اسپرش دھیر بیروں کو پل بھر میں گرا دیتا ہے۔ زیر کر دیتا ہے۔ بے فکر رہو اور اپنا کام پورا ہوا سمجھو۔

سوتردھار۔ بس کام نے چترانگنی سینا لے کر شو پر چڑھائی کر دی۔

(کوئلوں کی کوک اور گانے کی آواز)

سوتردھار۔ بسنت رقص کرنے اتر آئے۔ پھول شگفتہ ہو گئے۔ شوشما اور شوبھا کی دیویاں پائلوں کی جھنکار سے ہردے کو گدگدانے لگیں۔ شیتل مند اور سگندھ ہوا بہ چلی۔ رتی ناتھ نے اپنا کودنڈ چڑھایا اور شبد کا بان چھوڑا۔

کامدیو۔ شو بہت تپ کر چکے۔ اب اٹھیو۔

سوتردھار۔ شو پر شبد کے بان کا کوئی اثر نہ ہوا۔

کامدیو۔ شو! آنکھیں کھول کر دیکھو۔

سوتردھار۔ کام نے تک کر بان پر بان مارے مگر شو ستھر رہے۔ اُن کا دھیان نہ ٹوٹا۔

کامدیو۔ شنکر! اپنے چاروں طرف جیون کا درشن کرو۔ سنبھل جاؤ۔ یہ میرا آخری بان ہے

سوتردھار۔ کانوں تک کھینچ کر کام دیو نے گند کا بان چھوڑا۔ شو نے نیتر کھولے اور چاروں طرف دیکھا۔

شو۔ آج یہ اُپدرو کیسی؟ ادھر ادھر شبد کس طرف سے آ رہا ہے۔ شیتل مند اور سگندھت وایو من کو چنچل کر رہی ہے

ایسی گندھ (خوشبو) کون چھڑک رہا ہے؟

سوتردھار۔ شو کی نگاہ کامدیو پر پڑی

شو۔ کون ہو تم؟

کامدیو۔ مہادیو! میں رتی ناتھ ہوں۔ اپنے موہن روپ سے یوگیوں کا من موہنے والا کامدیو ہوں۔

شو۔ تمہارے آنے کا مقصد؟

کامدیو۔ آپ کے من میں قیام چاہتا ہوں۔

شو۔ کامدیو! تم یہاں! شو کو گرانے! خبردار! تپ کے دشمن خبردار! شو (کلیان) امرگ کے لٹیرے۔ خبردار

سوتردھار۔ شو نے تپ شکتی کا تیسرا نیتر کھول دیا

(اگنی کی لپیٹ۔ کامدیو کی پکار۔ ہائے ہائے)

کامدیو۔ شو! مجھے چھوڑ دو۔ میں جیون دان مانگتا ہوں۔ (ہائے میں جلا) ہے شو! مجھے کھشما کرو۔ (ارے! کوئی بچاؤ)

سوتردھار۔ پل بھر میں کامدیو جل کر راکھ ہو گیا

(دیوتاؤں کا ہاہاکار۔ کولاہل)

سب دیوتا۔ ہے بھولے بابا! آپ نے یہ کیا کر ڈالا؟ ہے شو! اب پیدائش کیسے ہو گی؟ ہے شو شنکر! کام کے بنا سنسار نہیں چل سکتا۔

شو۔ دیوتاؤ۔ تمہیں کام رہت ہونا چاہیئے، کام کے پیچھے چلنے والا راہ راست سے بھٹک جاتا ہے۔ انسان کو دکھی اور عاجز بنانے والا کام ہے۔ میں نے سب کی شانتی کے لیے کام کو بھسم کر دیا اب سدا جگت شانت ہو

ایک دیوتا۔ مہادیو! کام کو جیون دان دو۔

دوسرا۔ شنکر! ہماری پرارتھنا سویکار کیجیے۔

تیسرا۔ کام رہت لوک نشٹ ہو جائے گا۔

شو۔ یہی تمہاری اچھیا ہے۔ تو میں کام کو ادرشیہ جیون دیتا ہوں۔

سوتردھار۔ کام دہن (کام کو بھسم کرنا) شو کا نیا یوگ ہے۔ کام دہن سے شو نے موت پر وجے پائی ہے۔ اور وہ مرتیونجے ہوئے ہیں۔ اسی یوگ سے شو وشپائی نیلکنٹھ بن گئے ہیں۔ (جے شو شنکر)

شو کا وِش پان

(۱۳)

(سمندر کا گرجنا۔ پانی آگ چھلنے کی آواز)

دیوتا۔ کھینچو۔ کھینچو۔ پوری شکتی لگا کر متھو ہوں۔ ہوں۔۔۔۔ آ

دیت۔ پربت بھاری ہے۔ سمندر گہرا ہے۔ سانپ کی ڈور ہاتھ سے پھسلتی ہے۔ کیسے متھیں؟

دیوتا۔ پورا زور لگاؤ۔ متحدہ (سملت) شکتی سے سمندر متھنا بھی آسان ہے۔

سوتردھار۔ سب نے مل کر سمندر متھا۔ سمندر کا فین پھیلنے لگا۔ اس میں سے زہر ہلاہل نکلا۔ ہلاہل کی درگندھ اور تپش سے دیوتا اور دیت ادھر ادھر بھاگنے لگے۔

(بھاگنے دوڑنے کی آوازیں)

دیت۔ کس مصیبت میں پڑے۔ کونسی ساعت میں اس ناممکن کام میں ہاتھ لگایا۔ یہ ہلاہل ہمیں بھسم کر کے چھوڑے گا۔

دیوتا۔ ارے! بھاگتے کیوں ہو، شو سے پرارتھنا کرو۔ وہ زہر ہلاہل کو پی کر سنسار کو جلنے سے بچا لیں گے۔

سب مل کر پرارتھنا کرتے ہیں۔

کرالم مہاکال کالم کرالم\
گن آگار سنسار پارم نتو اہم\
مرگادھیش چرم امبرم منڈ مالم\
پریم شنکرم سرب ناتھم بھجامی

سوتردھار۔ شو پرگٹ ہوئے۔ اور جگت کلیان کے لیے انہوں نے ایک ہی آچمن میں زہر پی لیا۔

شو۔ دیوتاؤ اور دیتیو! میں نے تمہارا زہر پی لیا۔ اسی میں کلیان تھا۔ اب بے خوف ہو کر سمندر متھو۔

سوتردھار۔ جگت میں دیش میں سنگھ میں۔ پریوار میں نت نئے اٹھنے والے جھگڑوں سے باہم مت بھید اور کشمکش

سے زہر نکلتا ہے اس زہر سے بچنے۔ بیاکلنا اور اشانتی بڑھتی ہے۔ نر ناری جلنے اور تھلسنے لگتے ہیں۔ جو اس زہر کو پی لیتا ہے وُہی شِو ہے۔

گایک - گاتا ہے۔

اُٹھتی ہے جگ کے سنگھرشوں سے گھور ہلاہل کی جوالا
نِت ہی سامنا ہوتا ہے۔ کوئی اس کو پینے والا
وِش رُوپ وِشمتا سے دِن دن جگ جیون جلتا جاتا ہے
پھر بھی شِو لگ دیکھ سکا ہے اہرٹ مانو متوالا!

سُوتر دھار - جیون اور پرینا دینے والی شِو کی ٹیک سے ایک بڑھ کر گا تھا ہے۔ شنکھ مُنڈوں کی مالا پہن کر بھی سدا شِو رہتے ہیں۔

(۸)

چھم چھم پائلوں کی دھُونی

اُسُر - موہنی دیوی! اِدھر بھی۔ بس ایک گھونٹ

سُوتر دھار - امرت کا گھڑا لیے موہنی اُسُر کی طرف دیکھ کر مسکرائی۔ بجلی جیسی دانتوں کی پنکتی چمک گئی۔ مسکان اور کشش سے موہت ہو کر اُسُر نے ٹھنڈی سانس لی۔ دیوتا شانت بھاو سے امرت پیتے رہے۔ راہو چھل سے دیوتاؤں کی قطار میں آ بیٹھا۔

راہو - موہنی دیوی! ایک دور اِدھر بھی۔

سُوتر دھار - راہو نے امرت پیا۔ چندرما نے اسے پہچان کر وِشنو رُوپ موہنی کو اشارہ کیا۔

چندرما (آہستہ سے) بھگون! یہ راہو دیت ہے۔

سُوتر دھار - وِشنو نے راہو کا سر کاٹ دیا امرت کے پربھاو سے راہو کا سر آکاش میں اُڑ گیا۔ بھاری اور جسیم راہو چندرما پر جھپٹا۔ چندرما نے شِو کے پاؤں پکڑ لیے۔

چندرما - مہادیو! مجھے بچائیے۔

شِو - چاند ڈرو مت۔ میری جٹا جوٹ میں بیٹھ جاؤ۔

سُوتر دھار - راہو بھی شِو کے سامنے جا پہنچا۔

شِو - کیا چاہتے ہو راہو؟

راہو - بھگون! مجھے بھی ستھان دیجیے۔

شِو - چاہے جہاں رہو راہو!

راہو - دیو! پرسن ہو جائیے۔ اپنے جٹا جوٹ میں مجھے بھی بٹھا لیجیے۔

شِو - بیٹھ سکتے ہو راہو!

سُوتر دھار - راہو شِو کی جٹا میں بیٹھ گیا۔ خوف سے چندرما سے امرت گر پڑا اور راہو کے کئی سر ہو گئے۔

چندرما - ہے آشوتوش! آپ نے یہ کیا کیا؟ ایک راہو کے خوف سے میں بھاگ رہا تھا۔ بہت سے راہو سنسار کو کتنا دکھ دیں گے

شِو - چندرما! گھبراؤ مت!

سُوتر دھار - شِو نے راہو کے مُنڈوں کی مالا بنا کر جگت کو تباہی سے بچانے کے لیے گلے میں ڈال لی۔

دیوتا - آشوتوش، اَوڈھر دانی، بھولے بابا، شِو! تمہارا نِیہ ہے جے ہو۔

سُوتر دھار - شِو بھگوان (سنسار کے) تینوں تاپ مٹانے کے لیے ترشول لے کر ڈمرو بجاتے ہوئے نِرت کرتے ہیں۔ ان کے نِرت (رقص) سے مادی جگت میں ہلچل سی مچ جاتی ہے۔

(پیروں کی کٹھور آواز، رقص کی آواز اور ڈمرو کا بجنا۔)

سُوتر دھار - نٹ راج کی تھرکن کے تت کار اور پرہار کی گتی۔ گرو، لگھو، دُرت اور انو جیسی ہولی ہے جیسی ہی سنسار ساگر میں لہریں اُٹھتی ہیں۔ نٹ راج کے ٹھاٹھ کسک، مسک، اور کشاکش کے ساتھ جب سواہا، سودھا، شوا، دھاتری پرکرتی کے روپ میں تال سے۔ ماترا تالی خالی۔ آدرت اور سم کا پارٹ ادا کرتی ہیں تو کبھی شانتی کبھی سنگرام، کبھی مرتیو اور کبھی سرشٹی کے دِرِشیہ نگاہ آتے ہیں

(نٹ راج شنکر کی جے۔ مہاکالیشور کی جے۔)

سب مل کر مرتیو نجے شِو کے مہا منتر کا پُورن شردھا بھگتی سے پاٹھ کرتے ہیں۔

ॐ त्र्यम्बकं यजामहे
सुगन्धिं पुष्टिवर्धनम् ।
उर्वारुकमिव बन्धना-
-न्मृत्योर्मुक्षीय मामृतात् ॥

ترجمہ

"میں تریوکی کے رکھشک بھگوان شو کا یجن کرتا ہوں جو پرم پاون پشٹی اور سمردھی کے کارن ہیں۔ ارتھات پوتر تا، شکتی اور سمردھی کے داتا ہیں۔ اُن شو کی کرپا سے ہم موت سے ویسے ہی الگ رہیں۔ جیسے موتی سیپ سے۔ سانپ کینچلی سے اور خربوزہ اپنے چھلکے سے۔ امرت سے ہم الگ نہ ہوں"

اس طرح بھگوان نے کام دیو پر وجے پائی جو اس شو کتھا کو سنے سنائیگا۔ بھگوان شو اس کے موت کے بھے کو مٹا دیں گے۔ (جے جے شو شنکر)

شلوک ۱۹

وہ آدمی جو بھیک مانگ کر دن میں ایک وقت ہی روکھا سوکھا اَن پاتا ہے زمین پر سوتا ہے۔ جس کا جسم ہی اُس کا کنبہ ہے جو سو پیوندوں کی گدڑی اوڑھتا ہے تعجب ہے کہ ایسے آدمی کو بھی وشے نہیں چھوڑتے۔" (۱۹)

ویاکھیا

مطلب یہ کہ جو بھیک مانگ کر دن رات میں ایک بار خشک روٹی کھاتا ہے اور جس کے پاس سونے کے لئے پلنگ یا گدے نہیں۔ بیچارہ درخت کے نیچے یا کھلے میدان میں زمین پر ہی سو رہتا ہے۔ جس کا کوئی اپنا نہیں ہے۔ جس کے پاس پہننے کو کپڑا نہیں اور جو سو پیوندوں والی گدڑی اوڑھتا ہے۔ ایسے لوگوں کا بھی کام دیو پنڈ نہیں چھوڑتا۔ ارتھات اُن کو بھی کام وانا تنگ کرتی ہے۔ تب امیر لوگوں کی جن کو عیش و عشرت کے سب سامان حاصل ہیں۔ کیا حالت ہوگی؟ ارتھات ایسے لوگ کیسے وشے واسنا چھوڑ سکتے ہیں؟

دیکھو۔ جو ہوا پانی اور پتے کھاتے تھے۔ ایسے وشوامتر اور پراشر وغیرہ رشی بھی استری کے چتون کو دیکھ کر موہت ہو گئے۔ تب جو شالی چاول۔ دہی اور گھی ملا ہوا بھوجن کھاتے ہیں۔ اُن کی اندریاں اگر اُن کے بس میں ہو جاویں۔ تب تو وندھیاچل پہاڑ بھی سمندر میں تیرنے لگے"

مطلب یہ کہ پتوں اور جل پر گذر کرنے والے رشی بھی جب استریوں پر موہت ہو گئے۔ تب گھی دودھ کھانے والے گرہستیوں کی تو بات ہی کیا ہے۔ کام دیو کا بس میں کرنا بہت مشکل ہے۔ پراشر رشی نے اپنے تپ سے دن کی رات کر دی۔ اور دریا کو ریت میں بدل دیا۔ مگر وہ بھی کام کو بس میں نہ کر سکے۔ بڑے بڑے دیوتا برہما وشنو اور مہیش تک کو کام نے جیت لیا۔ اُتم پران میں کہا ہے۔ کہ کام دیو نے برہما وشنو شو اور اندر تک کو جیت لیا۔

پدم پران میں لکھا ہے۔ شانتنو نامی رشی کی استری کا نام امو گھا تھا۔ وہ پرم سندری اور پتی ورتا تھی۔ ایک دن برہما جی رشی سے ملنے گئے۔ رشی اس وقت کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ اس پتی ورتا نے برہما جی کو آسن پر بٹھایا۔ برہما جی اس کا روپ دیکھ کر مگدھ ہو گئے۔ اتنے میں رشی آ گئے۔ تب برہما جی نے اُن سے سچی بات کہہ دی۔ جسے سن کر رشی نے کہا۔ استری کا درشن ایسا ہی ہے۔ اس سے دیوتا بھی اپنا دھیرج چھوڑ دیتے ہیں۔

بھگوان شنکر۔ بھگوان وشنو اور دیوراج اندر کے بارے میں بھی ایسی کتھائیں مشہور ہیں۔ اگرچہ ان کا آدھیاتمک ارتھ دوسرا ہے مگر ستھول بدھی والوں کو ان سے بھی یہی سبق ملتا ہے کہ کام دیو بہت بلوان ہے۔

کامی تپسوی کی دُردشا

ایک بوڑھا تپسوی کسی مندر میں اکیلا رہتا تھا۔ وہ بڑا جتیندریہ تھا۔ اتفاق سے ایک یووتی اس مندر کے سامنے سے نکلی۔ تپسوی لٹو ہو گیا اور اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب وہ اپنے گھر پہنچی۔ تب رشی جی دروازے پر جا کر اس سے پرارتھنا کرنے لگا۔ اس نے دروازہ بند کرنا چاہا۔ اور رشی

نے بسر اٹھا کر گھسنا چاہا۔ اُس نے زور سے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی۔ اس سے رشی کا سر کٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ ایسے ایسے پڑھے اور ایسے ایسے جتندریہ رشی جب استریوں کو دیکھتے ہی پاگل ہو جاتے ہیں، تب دیگر ساوھارن آدمیوں کا کیا کہنا؟

اگرچہ کالیداس کا یہ کہنا ہے کہ کالا بت مشکل سے کوئی بھی مرد دنیا میں ہے جو اس کے بس میں نہ ہو۔ سنسار میں استری ہی بندھن کا مول یا آواگون کا کارن ہے۔

استری بھگتی، مکتی اور مکتی شانتی کی ناشک ہے جن کے استری ہے وہ ایشور کی بھگتی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ انہیں گھر کے جنجالوں سے فرصت نہیں ملتی۔ یوں تو سب دشمن ہی مانند ہیں مگر استری سب سے بڑھ کر ہے۔ جہاں استری ہے وہاں سبھی دشمن ہیں۔ جو مکتی کے خواہشمند ہیں ان کو استری سے سدا بچنا چاہیئے۔ کہا ہے۔

"نہ تو استری کے ساتھ بات کرنی چاہیئے، نہ پہلے کی دیکھی استری کی یاد کرنی چاہیئے، نہ اس کا ذکر کرنا چاہیئے، یہاں تک کہ استری کی تصویر بھی نہ دیکھنی چاہیئے۔"

جو موکش ابھلاشی پرش استری سے الگ رہیں گے وہی شاید اس بلا سے بچ سکیں گے۔ اسے دیکھ کر من کو بس میں کرنا بہت مشکل ہے۔ سبھی تعلیم اور ارجن نہیں بچ سکتے۔ دنیادار لوگ کتنے ہی پاپ اور دکھ کیوں نہ پاتے ہیں مگر اُن کا من اُسی اونٹ کی طرح ہے، جو کانٹے دار درختوں کو کھانا پسند کرتا ہے۔ کانٹے دار درختوں کے کھانے سے اُس کے منہ سے خون بہنے لگتا ہے۔ مگر وہ ان کا کھانا نہیں چھوڑتا۔ اسی طرح جن کو وِشیوں کا چسکا لگ گیا ہے، وہ بہت طرح کے کشٹ بھوگنے پر بھی انہیں نہیں چھوڑتے مگر جب ان میں ویویک آ جاتا ہے، ان میں ست است کے وچار کی شکتی آ جاتی ہے، تب انہیں ان سے ویراگیہ ہو جاتا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ یہ شَے وِشی روپ ہیں۔ ان کے تیاگ سے ہی سکھ ملتا ہے۔ اس لئے کام کو جیتو۔ جس نے کام کو جیت لیا۔ اس نے سب کو جیت لیا۔ کہا بھی ہے۔ جس نے کام جیتا اس نے جگت جیتا اور بھی کہا ہے:۔

پریم ہو تو ایشور سے پریم ہونا چاہیئے
جو ہیں وشیوں کے پریمی اُن پہ رونا چاہیئے

شلوک ۲۰

استریوں کے کُچ گوشت کے لوتھڑے ہیں۔ مگر شاعروں نے انہیں سونے کے کلشوں سے تشبیہ دی ہے۔ استریوں کا منہ کف کا گھر ہے۔ مگر شاعر اسے چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔ استریوں کی جانگھوں کی جن میں پیشاب وغیرہ بہتے رہتے ہیں۔ بلدان ہاتھی کی سونڈ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ استریوں کا روپ نفرت کرنے یوگیہ ہے۔ مگر شاعروں نے اسکی کیسی تعریف کی ہے؟ (۲۰)

ناری نرک کی کھان

استریوں کی چھاتیاں جن پر وشئی مر مٹتے ہیں جن کی شاعروں نے بڑی تعریف کی ہے، جنہیں سونے کے کلشوں انار اور نارنگیوں سے تشبیہ دی جاتی ہے اصل میں گوشت کے پنڈ ہیں۔ استریوں کے مکھ کو وشئی لوگ چاند سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مگر اصل میں وہ کف کے کھولان ہیں۔ جن جانگھوں کو ہاتھی کے سونڈ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ ان میں پیشاب وغیرہ سفیدہ ٹپکتا رہتا ہے۔ استریوں کے شریر بھی پنچ بھوتوں سے ہی بنے ہیں۔ ان میں کوئی خاص خوبی نہیں ہے۔ مگر بے سمجھ اور اگیانی لوگ انہیں پر مرے مٹتے ہیں یہ اُن کی بھاری بھول ہے۔

بھجن۔ راگ سورٹھ

(ناری من ؛ ناری نرک کو مول)

رنگ روپ پر بھیا مچھا نا کیوں بھول گیا ہری نام دیوانا
اس دھن جوبن کا نا ہیں ٹھکانا دنوں میں ہو جائے دھول (۱)
کنچن کلیرے دو کلش بتائے۔ تا ہی پکڑ آنند منائے
یہ تو چیز ہے بھیلی ہے موڑ مکھ رچنے پہ رہیو تو بھول (۲)
دیا مکھ کو تو چندا کر مانے۔ تھوک رال دا ہیں لپٹانے

ڈھک ڈھک ڈھک تیرے یا مکھ پے
شتا میں دیکھو تو بھول (۳)
کیسا بھاری دھوکا کھایا۔ تن پر کامنی کے للچایا
کہے کبیر آنکھوں سے دیکھا۔ یہ تو ماٹی کا استھول (۴)

(۲)

اُدھر میں نرک۔ اُدھر دوارن میں نرک
کُوچن میں نرک۔ نرک بھری چھاتی ہے
کنٹھ میں نرک۔ گال چبک نرک بھرے
مکھ میں نرک جیبھ لار کو چواتی ہے
ناک میں نرک آنکھ کان میں نرک ہے
ہاتھ پاؤں نکھ شکھ نرک دکھاتی ہے
سندر کہت ناری نرک کو کنڈ یہ
نرک میں جائے پڑے۔ نرک سو پاتی ہے

استری میں روپ نہیں

استریوں کے جس شریر کی کویوں نے بہت ہی تعریف کی ہے تتو گیانی پرشوں نے اس کی اتنی ہی نندا کی ہے اصل میں ناری اتنی سندر نہیں۔ گنبد پر قلعی ہے بیچ میچ ہی ناری نرک کا کنواں ہے۔ اس کے اندر مل موتر تھوک اور کھنگار بھرا ہے مگر لوگ اوپر کی چمک دمک پہ مرے جاتے ہیں اصلیت پر دھیان نہیں دیتے۔ گیانیوں کو جو نرک کا کنڈ معلوم ہوتی ہے۔ اگیانیوں کو وہی سوکھ کی کھان معلوم ہوتی ہے۔

شانتی شتک میں کہا ہے "استری سب طرح سے گندی ہے۔ مگر سپرش کے رسیا گندے رستے ہیں ہی رمتے ہیں موہ سے اندھوں کے لئے کونسی چیز منوہر نہیں ہے"

استری میں پریت نہیں

اول تو استری میں پریت ہے ہی نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو وہ اپنے مطلب کی ہے۔ یعنی اپنے سکھ کے لئے استری پتی کو چاہتی ہے پتی کے سکھ کے لئے نہیں اگر یہ مان لیں کہ استری پتی کے سکھ کے لئے پریم کرتی ہے تو اسے روگی تنرضدار نامرد اور کنگال پتی سے بھی پریم کرنا چاہیے مگر یہ بات تو سنسار میں دیکھی نہیں جاتی۔ آتم پرانہ میں کہا ہے۔

"جس طرح کیڑوں سے دوشت مردے کو کوئی چھونا نہیں چاہتا۔ اسی طرح کام سے بے تاب ہونے پر بھی استری اپنے مفلس پتی کو چھونا نہیں چاہتی"

دھرم شاستر کے مطابق بیاہی پتی برتا استری بھی اگر بھوکی ہو تو وہ غریب پتی کی موت کی کامنا کرتی ہے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استری ہم کو پیار کرتی ہے وہ غلطی پر ہیں۔ جب تک انسان تندرست رہتا ہے۔ اس میں بل وریہ رہتا ہے۔ اس کے پاس دھن مال رہتا ہے۔ وہ استری کی خواہشوں اور فرمائشوں کو پورا کرتا ہے۔ تبھی تک استری بھی مرد کو چاہتی ہے۔ کئی استریاں تو اپنے خوبصورت دھنوان اور سیوگیہ پتی کو تیاگ دیتی ہیں۔ اسی لئے شاستروں میں لکھا ہے کہ استری کا وشواس نہ کرنا چاہئے۔ کہیں کہیں تو ایسا بھی لکھا ہے کہ گود میں بیٹھی استری کا بھی وشواس نہیں کرنا چاہئے۔ کسی نے کہا گیا ہے۔ ان آدمی کو ایسی استری ملتی ہے جو اسے دل سے چاہتی ہو کیونکہ استری کا سوبھاؤ ہے کہ وہ دیکھتی کسی کو ہے۔ بات کسی سے کرتی ہے اور چاہتی کسی اور کو ہے۔

استری کے پریم کی پرکھ

ایک سیٹھ ست سنگ کے لئے کسی مہاتما کی سیوا میں جایا کرتا تھا۔ ماں باپ کو اس کی یہ حرکت پسند نہ آئی۔ انہیں ڈر تھا کہ ہمارا بیٹا ویراگی کے سنگ سے کہیں ویراگی نہ ہو جائے اس لئے انہوں نے جلدی اس کی شادی کر دی۔ گھر میں بہو آ گئی۔ پھر بھی لڑکے کا مہاتما کے پاس جانا کم نہ ہوا۔ تب سیٹھ سیٹھانی نے بہو سے کہا۔ کہ تو اسکی ایسی سیوا کر کہ یہ مہاتما کے پاس جانا چھوڑ دے بہو نے اپنی سیوا ٹہل اور ناز نخرے سے پتی کو بس میں کر لیا۔ لڑکے کا من مہاتما کی سنگت سے ہٹنے لگا۔

پہلے یہ روز جاتا تھا، اب دوسرے تیسرے دن جانے لگا۔ ایک دن استری نے کہا۔ آپ جب رات کو چلے جاتے ہیں میں اکیلی پڑی رہتی ہوں۔ رات میں استری کا اکیلا رہنا اچھا نہیں۔ اس کے سوا رات کو مجھے ڈر بھی لگتا ہے۔"

یہ سن کر لڑکے نے مہاتما کے پاس جانا چھوڑ دیا۔

ایک دن مہاتما کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں وہی لڑکا اُنہیں مل گیا۔ انہوں نے اس سے نہ آنے کا کارن پوچھا۔

لڑکے نے کہا۔ مہاراج! میری استری بڑی پتی ورتا ہے۔ وہ مجھے ہر طرح سکھ دیتی ہے۔ میرے بغیر وہ ایک پل بھی اکیلی نہیں رہ سکتی۔ میرے لئے وہ پران دیتی ہے۔ اس کے سچے پریم کو دیکھ کر میں اس کے بس میں ہو گیا ہوں۔ اور اسی لئے آپ کی سیوا میں نہیں آ سکا۔

مہاتما نے کہا۔ بھائی! سب اپنے مطلب سے پریم کرتے ہیں۔ تمہاری استری بھی اپنے سکھ کے لئے تم سے پریم کرتی ہے تمہارے سکھ کے لئے نہیں۔ اگر یقین نہ ہو تو آزمائش کر لو۔

لڑکا اس بات پر راضی ہو گیا۔ مہاتما نے اُسے سانس روکنے کی ودھی سمجھا دی اور کہا۔ ایک دن تم اپنی استری سے کہنا کہ آج ہم کھیر کھائیں گے۔ جب وہ کھیر پکانے بیٹھنے لگے تب تم سانس روک کر لیٹ جانا۔ جب وہ سمجھے گی کہ تم مر گئے۔ تب تمہاری پتنی کی سچائی کی پرکھ ہو جاوے گی۔"

ایک دن لڑکے نے گھر پہنچتے ہی استری سے کہا۔ آج ہمارا من کھیر کو ہے۔ استری نے کہا۔ سوامی! ابھی بناتی ہوں۔ یہ کہہ کر وہ کھیر بنانے لگی۔ ادھر لڑکا سانس چڑھا کر پڑ گیا۔ اور مردہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں جب کھیر بن گئی۔ تب استری نے آواز دی۔ آیئے۔ کھانا کھا لیجئے۔ جب وہ لڑکا نہ بولا تب استری خود اس کے پاس آئی۔ دیکھا تو لڑکا مرا پڑا ہے کہیں سانس نہیں ہے۔ استری نے سوچا یہ تو مر گیا۔ اگر میں ابھی رونا پیٹنا شروع کرتی ہوں تو نہ جانے کب تک بھوکی رہوں گی اور کھیر بھی خراب ہو جائے گی۔ اس لئے پہلے کھا لوں اور پیچھے چھینکنے کا پربندھ کر دوں۔ چنانچہ اس نے خوب سیر ہو کر کھیر کھائی اور باقی رکھ دی۔ اس کے بعد رونا اور پیٹنا شروع کیا۔ اس کا رونا سن کر گھر کے سب لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اور پوچھا یہ کیسے مر گیا؟

استری نے کہا۔ پیٹ میں درد بتاتے تھے۔ شاید اسی سے مر گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ اب دیر کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ جلدی شمشان لے چلو۔ وہ لوگ جب اُسے اٹھانے لگے۔ تو اس کے پاؤں کھمبوں میں پھنس جانے سے نکل نہ سکے۔ تب لوگوں نے کہا کہ کھمبوں کو کاٹ کر یا پاؤں کاٹ دینے چاہئیں۔ یہ سنتے ہی استری نے کہا۔ ایسا نہ کرو۔ کھمبے کٹ جائیں گے تو پھر کون بنوا دے گا۔ اس لئے کھمبے نہ کاٹ کر اس کے پاؤں کاٹ دو۔ کیونکہ پاؤں آخر جلائے ہی جائیں گے۔ لوگوں نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ جیوں ہی انہوں نے پاؤں کاٹنے کو کلہاڑا اٹھایا۔ لڑکا اٹھ بیٹھا اور بولا۔ میرا درد مٹ گیا ہے۔ یہ دیکھ کر لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

لڑکا مہاتما کے پاس گیا۔ اور بولا۔ مہاتمن! آپ کا کہنا بالکل ٹھیک ہے۔ اب مجھے ذرا بھی شک نہیں ہے۔ بلاشبہ استری اپنے ہی سکھ کو پیار کرتی ہے۔ اس کی پریتی جھوٹی ہے۔ اب میں گرہست آشرم میں نہ رہوں گا۔ بس اسی دن سے اس نے اپنی استری کو تیاگ کر ویراگیہ لے لیا۔

استری آفتوں کی جڑ

استری کی وجہ سے انسان پر کئی مصائب آ چکے ہیں۔ کئی خوبصورت استریوں کے باعث اُن کے خاوندوں کی جان گئی۔ نور جہاں کی وجہ سے شیر افگن کی جان گئی۔ استری کے لئے سند اُپ سند آپس میں لڑ کر مر گئے۔ استری کے پیچھے راجہ ہریش چندر کو مشکل سے گزرنا پڑا۔ استری کی وجہ سے بالی مارا گیا اور راون کا سربناش ہوا۔ استری کی وجہ سے ششوپال کا سر کاٹا گیا۔ استری کے پیچھے ہی عبادت کی غارت کرنے والا جب غارت ہوا۔ استری سانپ سے بھی بھیانک ہے۔ سانپ کے کاٹنے سے تو منش مرتا ہے مگر استری کے دیکھنے ہی سے انسان مر جاتا ہے۔ زہر کھانے سے انسان ایک بار مرتا ہے۔ مگر استری دوش کے سبب سے بار بار مرتا اور جنم لیتا ہے۔ کیونکہ مرتے وقت انسان کا من اپنی استری میں ضرور رہتا ہے۔ مرتے وقت جیسی واسنا ہو

میں رہتی ہے۔ وہ اسے ضرور ملتا ہے۔ کہا ہے :-

"جب میں جیسی واسنا رہتی ہے۔ وہ اسے خواب میں دکھائی دیتا ہے۔ خواب کی طرح ہی موت کو سمجھو۔ مرتے وقت جس کی واسنا رہتی ہے۔ وہی اُسے ملتا ہے۔ کیونکہ شریر ہی واسنا مئے ہے۔"

جانتے ہیں کہ استری بندھن کا کارن ہے۔ استری کے ہی کارن سے پُرش کو جنم لینا پڑتا ہے۔ اس لئے سچے سنیاسی استری کو تیاگ دیتے ہیں۔ اور استری کا نام تک نہیں لیتے۔ کیونکہ استری کے یاد کرنے سے ہی دھیرج کا ناش کام پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر دیکھنے چھونے اور باتیں کرنے سے تو کام کے جاگنے میں شک ہی کیا ہے۔ کہا ہے جس طرح آگ کے سنگ سے گھی پگھل جاتا ہے۔ اسی طرح استری کے سنگ سے مرد کا دھیرج نشٹ ہو جاتا ہے۔

انسان جیسے کے ساتھ سنگ کرتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ سوآتی کی بوند کیلے میں کپور ہو جاتی ہے سیپ میں موتی بن جاتی ہے اور کالے ناگ میں خوفناک زہر کا روپ دھارن کر لیتی ہے۔ اسی طرح انسان بھی گیانیوں کے سنگ سے گیانی، اگیانیوں کے سنگ سے اگیانی اور کامیوں کے سنگ سے کامی کرودھی ہو جاتا ہے۔ کہا ہے :-

"کامی پرشوں اور کامنیوں کے سنگ سے پُرش کامی ہو جاتا ہے۔ پھر اگلے جنم میں بھی وہ کرودھی، لوبھی اور موہی ہوتا ہے۔ کام کرودھ اور موہ وغیرہ سے من خراب ہو جاتا ہے۔

ایسے اشدھ من میں برہم کا ظہور نہیں ہوتا۔ شدھ من سے ہی برہم کی پراپتی ہو سکتی ہے۔ جس گھر میں استری ہے۔ وہ کام کرودھ اور موہ سے بچ نہیں سکتا۔ اور جس کا من روپی شیشہ کام کرودھ روپی دھول سے میلا ہو رہا ہے۔ اس میں درپن میں برہم کیسے دکھائی دے سکتا ہے۔ اس لئے موکش چاہنے والے پُرشوں کو استری سے دور رہنا چاہئے۔ بقول کبیر جی :-

پرناری پینی چھری۔ مت کوئی لاوے انگ
راون کے دس سر گئے پرناری کے سنگ
سرپ سونے کی سندری آوے باس سُباس
جو جننی ہو آپنی۔ تو ہو نہ بیٹھے پاس

ناری کہیو کہ شاہری ۔ لکھ پیکھ سوُتن یہ کھائے
جا بیٹا تو اُودرے ۔ بھگ کیٹرا بہہ جائے
ایک کنک اک کامنی ۔ تجیئے بھاگے دُور
ہری بیچ پاڑیں انترا ۔ جم ولیسی گھمر دھور
ایک کنک اک کامنی ۔ یہ لانبی تلوار
چالے تھے ہری ملن کو ۔ بیچ ہی لینا مار
جہاں کام تہاں رام نہیں ۔ جہاں رام نہیں کام
دونو کیسے مل رہیں ۔ روی رجنی اک ٹھام
اَوتاری بیچ دھار تین ۔ کال کنچن اور نار
جو کوئی ان سے بچے ۔ سوہی اترے پار

استری میں آنند نہیں

گہری نظر سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ استری میں کچھ بھی آنند نہیں ہے۔ استری تو سب طرح سے دُکھ کی کھان اور من کی اشانتی کی جڑ ہے۔ استری سنگ کرنے میں مرد کو جو آنند آتا ہے۔ وہ اُس کا اپنا آنند ہے۔ استری کا نہیں۔ کتا خشک ہڈی چباتا ہے۔ مگر خشک ہڈی میں خون نہیں ہوتا۔ کتے کا اپنا خون نکلتا ہے۔ اور اسے اسی کا سواد آتا ہے مگر وہ مورکھ اس آنند کو ہڈی میں سمجھتا ہے۔ وشئی پُرش بھی کتے کی طرح سے دوشئے جڑ ہیں۔ وشیوں میں آنند کہاں؟ آنند تو آتما میں ہے۔ جب پُرش کا ویریہ سنگ کے آخر میں بے تحاشا گرتا ہے۔ تب لمحہ بھر کے لئے من کی ورتی ایکاگر ہو جاتی ہے۔ اسی ایکاگر ورتی میں چیتن آتما کا عکس پڑتا ہے۔ پس اسی سے پُرش کو آنند آتا ہے۔ مگر بے سمجھ کتے کی طرح وہ اس آنند کو استری میں سمجھتا ہے۔ مطلب یہ کہ دراصل استری یا دنیا کی کسی دوسری چیز میں بھی کچھ آنند نہیں۔ سچا اور دائمی آنند تو اصل میں آتما میں ہی ہے۔ جو چت کی ایکاگرتا سے پیدا ہوتا ہے۔

انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے۔ انسان کھاتے پیتے سوتے اور استری بھوگ کرتے ہیں۔ حیوان بھی یہی کرتے ہیں مگر ان میں فرق یہ ہے کہ انسان کو اپنے دھرم کا گیان ہے اور

حیوان کو نہیں۔ گیان یا بدھی ہی انسان کو حیوان سے تمیز کراتی ہے۔ جو آدمی وید شاستروں کو پڑھ کر بھی سنسار سے یا استری پُتر آدی سے موہ رکھتے ہیں، ان سے بڑھ کر مورکھ کون ہے؟ کیونکہ استری پُتر وغیرہ میں تو کتے گھوڑے اور سؤر بھی پریم رکھتے ہیں۔ شنکر جی نے شریمد بھاگوت میں کہا ہے۔

"جو منش دیہہ پاکر اور وید شاستر پڑھ کر بھی اگر انسان سنسار میں پھنسا رہے۔ تو پھر سنسار بندھن سے چھوٹے گا کون؟ سنسار میں یہ تین چیزیں ہی دُرلبھ ہیں۔ انسانی جسم مکتی کی خواہش اور ست پُرشوں کی سنگت۔ کبیر جی کہتے ہیں

کام۔ کرودھ مد لوبھ کی۔ جب لگ گھٹ میں کھان
کیا پنڈت مورکھ کیا۔ دونو ایک سمان (۱)

پرشنوتری میں کہا ہے۔

سنسار میں سب سے بڑا شورویر کون ہے؟
جو کام کے بانوں سے دُکھی نہیں ہے۔
ویراگیہ اور سمدرشی کون ہے؟
جسے استری کی کشش سے موہ نہیں ہوتا

گوسائیں تلسی داس جی کو ویراگیہ

ایک گسائیں تلسی داس جی کی استری اپنے میکے چلی گئی تھی۔ آدھی رات کے وقت استری کی یاد آئی وہ پتنی کی جدائی برداشت نہ کر سکے۔ اس لئے آپ فوراً بستر چھوڑ کر سسرال کو چل پڑے۔ راستے میں ایک ندی پڑتی تھی۔ بھیانک آدھی رات میں اس بہتی ہوئی ندی کو تند بازو سے پار کر کے آپ سسرال پہنچ گئے۔ جب دروازے پر پہنچے۔ تو دروازہ بند پایا۔ تب آپ کسی طرح مکان پر چڑھنے کی تدبیر سوچنے لگے۔ اندھیرے میں آپ کو مکان کی دیوار سے ایک رسی لٹکتی ہوئی نظر آئی۔ دراصل وہ سانپ تھا۔ مگر کام دیو کی مستی میں اُسی کو رسی سمجھ کر آپ اوپر چڑھ گئے۔ اور اپنی استری کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

استری آپ کو دیکھتے ہی حیران رہ گئی۔ اس نے کہا۔ ناتھ! اس وقت آدھی رات میں آپ یہاں کیسے آ گئے؟

تلسی داس جی نے کہا۔ پیاری! رات میں مجھے تمہاری جدائی برداشت نہ ہوئی۔ اس لئے راتوں رات ندی پار کر کے ایک رسی کے سہارے تمہارے پاس پہنچ گیا۔

استری آپ کو دیکھ کر پلنگ سے نیچے بیٹھ گئی۔ اور بولی۔ ناتھ! دیکھئے۔ رات کیسی بھیانک ہے۔ بادلوں کی کڑک اور بجلی کی گرج سے دل کانپ اٹھتا ہے۔ ندی میں پانی بھی چڑھ رہا ہے۔ ایسے بھیانک وقت میں آپ نے مجھے درشن دیئے۔ اس سے داسی کرتارتھ ہو گئی۔ مگر دیکھوں تو سہی آپ کس رسی سے اوپر چڑھے ہیں؟ تلسی داس جی نے ہاتھ کے اشارے سے بتا دیا۔ کہ اس دریچہ میں رسی لٹک رہی ہے۔ اُسی سے اوپر آیا ہوں۔

استری نے چراغ کی روشنی میں جا کر دیکھا۔ تو وہ رسی نہیں ایک لمبا چوڑا سانپ تھا۔ دیکھتے ہی استری کے سر میں چکر آ گیا۔ اس کے منہ سے اتنا نکلا۔ سوامی۔ جتنا پریم آپ کا مجھ سے ہے اگر اتنا ہری سے ہوتا۔ تو آپ کا پرم کلیان ہو جاتا۔ بقول

جیسی پریت حرام ہوں ویسی رام سوں ہوئے
جا پہنچے بیکنٹھ میں۔ پلہ نہ پکڑے کوئے

کہتے ہیں تلسی داس جی نے اسی وقت کہا۔ دیوی! تم نے مجھے خوابِ غفلت سے بیدار کیا ہے۔ اسی لئے تم میری گرو ہو اتنا کہہ کر وہ بن کو چلے گئے اور رام سے پریت لگائی وہ پریت اتنی دردرشھ ہو گئی۔ کہ تلسی داس جی زندہ جاوید ہو گئے۔

مرد آٹھ پہر چونسٹھ گھڑی استری کی سیوا کرتا ہے۔ اسے ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی فرمانبرداری کے لئے تیار رہتا ہے۔ خود طرح طرح کے کشٹ سہتا ہے۔ مگر استری کے لئے کچھ نہ کچھ کمی کھڑی رکھتا ہے۔ رات دن اندر باہر اسی کا دھیان رکھتا اور اس کے لئے اپنے پرانوں تک کی پرواہ نہیں کرتا۔ اس کے بدلے اُسے استری سے کیا ملتا ہے؟ کھنگ یا عیاشی کا برتن؟ دن رات کی چنتا اور اشانتی یہاں نرک اور وہاں نرک۔ اگر پُرش اتنی یا اس سے کچھ کم بھگتی بھی پرماتما کی کرے۔ تو یقیناً اس کا کلیان ہو سکتا ہے۔

شری شنکر آچاریہ جی فرماتے ہیں:۔

"کام۔ کرودھ۔ لوبھ اور موہ کو تیاگ کر اپنے آتما کو دیکھ کر میں

کون ہوں جو آتم گیانی نہیں ہیں وہ اگیانی لوگ نرک میں پڑتے ہیں۔"

جہاں اندھیرا ہوگا وہاں کام کرودھ، لوبھ، موہ ضرور ہونگے اور جہاں یہ ہونگے وہاں بھگوان نہیں ہوں گے۔ مطلب یہ کہ جب انسان کے ہردے میں کام کرودھ وغیرہ نہیں رہتے تب اس کا ہردہ شدھ ہوتا ہے۔ شدھ ہردے میں ہی آتم درشن ہوتا ہے۔ جس طرح صاف آئینہ میں منہ صاف دکھائی دیتا ہے۔ شانت اور نرمل جل میں سورج کا عکس صاف دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح شدھ اپکار اور شانت من میں پرماتما صاف دکھائی دیتا ہے۔

ہدایت جو پرماتما کا درشن کرنا چاہیں جو سدا سکھ بھوگنا چاہیں جو بھوساگر سے پار ہو کر مکتی حاصل کرنا چاہیں انہیں کامی اور لالچی من سے سیدھا تیاگ لینا چاہیے جو ان میں من کو لگاتے ہیں انہیں سکھ بھی نہیں ملتی کیونکہ ان سے سدا دکھ ہی ملتا ہے۔

موہ کی پربلتا

شلوک ۲۱ بے سمجھی سے پتنگ دیپک کی لو پہ گر کر اپنے آپ کو جلا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے انجام کو نہیں جانتا۔ اسی طرح مچھلی بھی مانس پہ منہ چلا کر اپنے پران کھو دیتی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی جان جانے کی بات نہیں جانتی مگر ہم لوگ تو اچھی طرح جان بوجھ کر بھی خطرناک وشیوں کی خواہش ترک نہیں کرتے۔ موہ کی مہما کیسی حیرت انگیز ہے۔ ۲۱

ویاکھیا پتنگ دیپک کی روشنی سے پریم کرتا ہے اس لئے اسے بغلگیر کرنے کے لئے اس پہ جھپٹ کر گرتا ہے وہ نہیں جانتا کہ اس پہ گرنے سے میری جان جائیگی وہ اگیان میں مارا جاتا ہے۔ اسی طرح مچھلی ماہی گیر کے پھینکے ہوئے مانس پر منہ ڈالتی ہے۔ اور کانٹے میں پھنس جانے سے پران تیاگتی ہے۔ یہ بھی نہیں جانتی کہ اس سے میری موت ہوگی۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ حضرت انسان جسے بھگوان نے بھلے تیرے بیں تمیز کرنے کی سمجھ دی ہے۔ جو جانتا ہے کہ وشئے وِش کی مانند قاتل ہیں۔ اور وشیوں کی خواہش کرنا سب دکھوں کی جڑ ہے۔ اسپر بھی وہ وشیوں کی خواہش کرتا ہے اور جان بوجھ کر دکھوں کو دعوت دیتا اور اپنے کلیان مارگ سے گرتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ سے

(۱) موہ بڑا دکھ روپ ہے تاکو اور کیا س
پرنتیہ جگت کی چھوڑ دے تب ہووے نرباس (۱)
(۲) موہ بلی سب سوں اَدھک تہا کی نہ چلے رے
جان نے باندھیو جگ سبے چھوٹے نہ پر لے رے (۲)
موہ کا ہی بھائی لوبھ ہے۔ اس کی مہما بھی سن لیجیو
(۳) دیکھو بیچ تو من کر دل۔ حیا باپ کی کھان
منتری حیا کا جھوٹ ہے۔ بہت ادھری جان (۳)
(۴) ترشنا حیا کی جو سب ہے سو اندھا کر دے
گھٹی بیٹھی گئیں جتنے نہیں نہیں کال کا سبکے (۴)

شلوک ۲۲ کھانے کے لئے پھلوں کی افراط ہے پینے کے لئے میٹھا پانی موجود ہے پہننے کے لئے درختوں کی چھال ہے تب ہم دھن کے مد سے مست ہوئے دولتمند دشمنوں کی باتوں کو کیوں سنیں، اور کیوں برداشت کریں؟ ۲۲

سنتوش کی مہما

ویراگیہ وان پرش کو سنتوشی ہونا چاہیئے۔ ایشور نے بنوں میں ان کے لئے سب سامان مہیا کر رکھے ہیں۔ کھانے کے لئے انہیں بن میں کھٹے میٹھے اور تیکھے پھل افراط سے مل سکتے ہیں پینے کے لئے چشموں کے زندگی بخش نرمل میٹھے جل کی کمی نہیں ہے۔ رہی تن ڈھانپنے کی بات سو اس کے لئے درختوں کی چھال بڑا اچھا کام دے جاتی ہے۔ ان سب سامانوں کی موجودگی میں تیاگی مہاتماؤں کو کیا ضرورت ہے کہ وہ بستی میں آکر دھن کی مستی میں چُور دھنوانوں سے کچھ مانگیں اور جواب میں ان کی تلخ باتوں کو سنیں۔ مطلب یہ کہ تیاگی پرشوں کو جو کچھ بن میں میسر ہو اسی پر سنتوش کرنا چاہیئے۔ اور بستی میں جا کر دھنی لوگوں کے سامنے

ہاتھ نہیں پھیلانا چاہیے کیونکہ دھنی لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے اپمان ہوتی ہے۔ دھنی لوگ عموماً مغرور اور بد مست ہوتے ہیں وہ تیاگی مہاتماؤں کی مہما کو نہیں جانتے بلکہ پھر وہ اکثر ایسی جلی کٹی باتیں کہہ دیتے ہیں کہ جن کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ مگر چونکہ یہ ... یاد رکھنے کی غلطی کر بیٹھے ہیں۔ اس لیے ان سب کو برداشت کرنا پڑتا ہے اور آتما کی ہتیا کرنی پڑتی ہے۔

پس ایسے مہاتماؤں کو چاہیے کہ وہ ایسے شیطان صفت دھن والوں سے بچیں۔ اگیانی اور تنگ دل لوگ ویسے ہی شیطان ہوتے ہیں۔ مگر جب ان پر دھن کا نشہ چڑھ جاتا ہے۔ تب تو ان کی شیطانی کی حد نہیں رہتی۔ جیسا کہ کہا ہے:ـ

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

جسے کسی چیز کی ضرورت نہیں وہ کسی کی خوشامد کیوں کرے گا؟ وہ اپنا مان کیوں گھٹا دے گا؟ کہا ہے:ـ

چاہ گئی چنتا مٹی۔ منوا بے پرواہ
جن کو کچھ نہ چاہیے سوئی شاہن شاہ
چاہ تمہاری چوہڑی چاہ نیچ کی نیچ
تو تو سیم برہم تھا۔ جو چاہ نہ ہوتی بیچ

اس لیے تیاگیوں نے سنسار کو تیاگ دیا ہے۔ ان کا بیوپار آپ تدبیر فضا اور دیگر تیاگیوں کا بیوپار بھی ایشور سے ہے پر انصاف ہے کہ وہ حتی المکان ترشنا اور لوبھ کو تیاگ دیں۔ کسی سے بھی کچھ نہ مانگیں۔ اور اپنا مان نہ گھٹا دیں۔ اگر مانگنا ہی ہو۔ تو سرب شکتی مان پرماتما سے ہی مانگیں۔ ویسے مانگنا تو ایشور سے بھی مناسب نہیں کیونکہ سروگیہ ایشور ہماری ضروریات کو ہم سے بھی بہتر جانتے ہیں اور پربھو نے اپنے بھگتوں کی سب ضروریات پورن کرنے کا پن بھی دے رکھا ہے۔ اس لیے ایشور سے مانگنا جیسا کہ کہا گیا تھا تو یہ پاپ بالکل نہیں۔ پھر بھی مانگنے پر ایشور تمہیں وہی دیں گے جس میں تمہارا کلیان ہو۔ وہ تمہاری اگیانتا کو بھول کر وہی کریں گے جس میں تمہاری سچی بہتری ہو۔ اس لیے پرماتما پر بھروسہ رکھو کہ وہ ہر حالت میں تمہارے انگ سنگ رہ کر تمہاری ہر طرح سے رکشا کر رہے ہیں۔ اسی بات کو مد نظر رکھ کر کہا گیا ہے:ـ

پھیلائے کیا کسی کے مرے پروردگار ہاتھ
بندے کا ایک ہاتھ ہے تیرے ہزار ہاتھ

ایشور سے مانگنے میں ہرج نہیں پاپ بھی نہیں۔ لیکن دھن دولت استری پتر وغیرہ سنساری سکھ پرماتما سے مانگنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی ادیب پتی سے کوئی ایسی حقیر چیز مانگنا کہ جس کے دینے میں داتا کو بھی لاج آوے اور مانگنے والے کا بھی کچھ بھلا نہ ہو سکے۔ اس لیے بات کو زیادہ لمبا نہ کر کے ہم کہیں گے کہ ایشور پرم دیالو، سروگیہ اور سرب شکتی مان ہیں۔ سب سکھوں کے بھنڈار ہیں پس اگر ایشور سے تم مانگنا ہی چاہو۔ تو نہایت دینتا بھاؤ سے

ایشور سے ایشور کو ہی مانگو

اپنے اہنکار کو نشٹ کر کے ان کی کرپا کے بھکاری بن کر ایشور سے دل کے گوشے میں لگ کر کہو کہ ایشور! میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ بس تم میرے ہو جاؤ۔ میں تمہارا امرت پتر ہوں۔ اور تم میرے امرت پتا ہو۔ بس یہی سمبندھ درڑھ ہو جاوے"

روز روز ہر گھڑی ہر لمحہ ہر سانس میں تم ایشور سے ایشور کو ہی مانگو۔ اور جب تمہاری سچی پرارتھنا کو سویکار کر کے ایشور تمہارے ہو جاویں گے تو بتلاؤ تم کو کس بات کی کمی رہے گی؟ بقول

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو۔ کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے فقط ایک سوال اچھا ہے

ایک اور بھید کی بات آپ کو بتا دیں۔ کہ اگر آپ مانگنا سچے دل سے تیاگ دیں گے اور کسی سے کسی بات کی چاہ نہ رکھیں گے تو لوگ خود آ کر تمہاری خوشامد کر کے تمہیں دیں گے اور تمہاری قدر کریں گے کیونکہ جو اپنی قدر آپ کرتا ہے اس کی قدر دنیا کرتی ہے یہ مانی ہوئی بات ہے۔ چاہو تو آپ بھی اچانک ہی آزما لو۔ کسی نے یہ بات جھوٹ نہیں کہی ہے:ـ

بھاگتی پھرتی تھی دنیا جب طلب کرتے تھے ہم
اب جو نفرت ہم نے کی وہ بے قرار آنے کو ہے

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے ایک چھپی ہوئی بات اور

عرض کر دیا۔ پنجابی کی ایک ضرب المثل ہے جو لڑکپن میں ہماری ماتا جی اکثر سنایا کرتی تھیں۔

آپ دیا سو دودھ برابر۔ مانگ لیا سو پانی
جھگڑ لیا سو زہر برابر۔ یہ سنتوں کی بانی

شلوک ۲۳

کوئی تو ایسے بڑے دل والے ہو گئے جنہوں نے پراچین کال میں اس جگت بنایا۔ کچھ ایسے ہوئے جنہوں نے اس جگت کو اپنی بھجاؤں پر دھارن کیا اور اس کا پالن پوشن کیا۔ کچھ ایسے ہوئے جنہوں نے یہ ساری پرتھوی جیت لی اور پھر تچھ سمجھ کر دوسروں کو دان کر دی۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو چودہ لوکوں کا پالن کرتے ہیں۔ کرتے ہیں، تب جو لوگ تھوڑے سے دیہاتوں کے مالک ہیں کر ابھیمان کے بخار میں متوالے ہو جاتے ہیں ان کے بارے میں ہم کیا کہیں؟

ابھیمان کی نندا

دیکھو۔ برہما جی نے اس وشو برہمانڈ کو بنایا۔ اتنا بڑا جگت رچ کر بھی انہیں ابھیمان نہ ہوا۔ بھگوان وشنو نے اس جگت کو اپنی باہوں پر دھارن کیا اور وہ اس سب جگت کی پالنا کرتے ہیں۔ مگر ان کو بھی ابھیمان نہ ہوا۔ بھگوان پرشورام جی نے کئی بار کھشتریوں سے پرتھوی جیت لی اور پھر اسے تچھ سمجھ کر براہمنوں کو دان کر دی۔ اب بھی لوکپال چودہ لوکوں کی پالنا اور رکھشا ابھیمان رہت ہو کر کر رہے ہیں۔ ارتھات ایسے مہان پرکار اتنے بڑے کام کر کے بھی ان کے دل میں ابھیمان نہیں ہوا۔ تب جو لوگ اس دنیا میں چند گاؤں کے مالک بن جاتے ہیں۔ وہ گھمنڈ کے مارے کیوں اینٹھنے لگتے ہیں؟ یہ سب اگیان کی ہی مہما ہے۔ ان پر یہی مثال راست آتی ہے۔

تھوتھا چنا...... باجے گھنا

"ادھم رسالی کا رس پی کر کوئل گرب نہیں کرتی۔ مگر کیچڑ ملا پانی پی کر ہی مینڈک ٹرّایا کرتا ہے۔ رہیموں کا یہ سوبھاؤ ہی ہے۔ اگادھ پانی میں رہنے والی روہت مچھلی گرب نہیں کرتی۔ مگر انگوٹھے جتنے پانی میں رہ کر سفری مچھلی خوشی سے ناچتی پھرتی ہے۔

بس چھوٹے اور بڑے۔ بُرے اور اچھے میں یہی فرق ہے جو جتنا چھوٹا ہے۔ وہ اتنا ہی مغرور اور کھوٹا ہے۔ جو جتنا بڑا اور اچھا ہے وہ اتنا ہی حلیم اور سنجیدہ ہے۔ ندی نالے تھوڑے پانی سے ہی آپے سے باہر ہونے لگتے ہیں۔ مگر بے اندازہ پانی والا سمندر اپنی حد کے اندر ہی رہتا ہے۔

ابھیمان یا اہنکار سب انرتھوں کی جڑ ہے۔ کہا ہے۔

کیا کرایا سب گیا۔ جب کیا ابھیمان۔

اہنکاری پرش سے پرماتما سدا دور رہتے ہیں۔ کہا ہے کہ پرماتما سب قصور معاف کر سکتے ہیں مگر اہنکار اور کرتگھنتا یعنی احسان فراموشی کو معاف نہیں کرتے۔ اسی لئے پنجابی میں کہا ہے

ہنکار یا سو ماریا

اس لئے اہنکاری پرش کو کبھی سکھ نہیں ملتا۔ آخر اہنکار کیا بھی جائے تو کس بات پر؟ جو آج ٹکڑوں کا محتاج ہے۔ وہ کل راج گدی کا مالک بن جاتا ہے اور آج جس کے سر پر تاج ہے۔ ممکن ہے وہ کل کو گلی گلی مارا مارا پھرے۔

مسک ہیں کر ہیں نارنج پرچھو آج ہے مسک تے ہیں

بھگوان مچھر کو برہما بنا دیتے ہیں اور برہما کو مچھر سے بھی ادنےٰ بنا دیتے ہیں۔ اسی لئے ایک مہاتما نے ایک ابھیمانی پرش کو جھاڑ بتاتے ہوئے کہا کہ۔

کس بات پہ مغرور تجھے نابکار ہے۔ شعر
اک ایک سے اک ایک کو بڑھ کر بنا دیا
دارا بنا کسی کو سکندر بنا دیا

دارا فارس کا بادشاہ تھا۔ وہ اپنے زمانے میں دوپہر کے سورج کی طرح چمکتا تھا۔ اس نے بہت سے ملک فتح کر لئے۔ کسی کو امید نہ تھی کہ دارا بھی کسی سے ہار جائیگا۔ مگر ایشور نے تو ایک سے ایک بڑھ کر بنایا ہے۔ اس لئے دارا کو شکست دینے والا سکندر پیدا ہو گیا۔"

بے کم ظرف! آخر تمہیں کس بات کا غرور ہے؟ کیا اس سے پہلے تمہارے جیسے ہو کر خاک میں نہیں مل گئے؟ اور کیا تیری یہ شان و شوکت سدا بنی رہے گی؟ اور تم نے نہیں سنا کہ ہر کمالے را زوالے یہ دھن دولت کیا تیرے

ساتھ جائے گی؟ جو راون سونے کی لنکا کا مالک تھا جس نے یکش کنر گندھرو دیوتا سب کو اپنے ماتحت کر لیا تھا۔ آج وہ کہاں ہے؟ اسکی دولت و ثروت کیا اس کے ساتھ گئی؟ جن بھگوان رام نے سمندر پر پل باندھا تھا جن کے نام کی برکت سے سمندر پر پتھر تیرتے تھے۔ جنہوں نے بیامتروں کی مدد سے راون کا ناش کیا۔ وہ رام بھی اب کہاں ہیں۔ جس بالی نے راون جیسے تریلوکی کو جیتنے والے کو اپنے پُتر کے پالنے کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ آج وہ بالی کہاں ہے؟ جس سہسر باہو ارجن نے راون کے سر پر چراغ رکھ کر جلایا تھا وہ ہزار بھجاؤں والا بھی آج کہاں ہے۔ ہریشچندر، بلی اور کرن سے دانی آج کہاں ہیں؟ اس پرتھوی پر بے شمار ایک سے ایک بڑھ کر بلوان اور شورویر راجہ ہو گذرے ہیں۔ مگر یہ پرتھوی کسی کے ساتھ بھی نہ گئی۔ جو فیتہ رکھ کر ایک ایک انچ زمین ناپتے تھے۔ اور ایک انچ زمین کے لئے لڑنے مرنے کو تیار رہتے تھے وہ سب چلے گئے مگر زمین وہیں کی وہیں ہے جب یہ بات ہے۔ تب تھوڑے سے راجیہ، جاگیر، زمینداری پر اترانا مناسب ہے؟ ہاں نیکوں کی نیکی اور بدوں کی بدی پیچھے رہ جاتی ہے تم بھی ہوش میں آ جاؤ۔ تو اچھیان کو ترک کر کے حلیم بنو۔ بنی نوع انسان کی خدمت کرو۔ تمہارے دھن پر صرف تمہارا ہی ادھیکار نہیں ہے اس کے حصہ دار اور بھی بہت سے ہیں۔ اس لئے بندگانِ خدا میں بانٹ کر کھاؤ۔ اور ایشور کا بھجن کرو۔ ورنہ گردشِ دوراں تم کو بھی پیس ڈالے گی۔ اور تمہارا نام و نشان بھی مٹ جاویگا

گردشِ دوراں

(نظم)

کبھی مفلس کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے غنی ہوتے!
کبھی اہل دول کو ہم نے بے اسباب دیکھا ہے ۔ ۱

کبھی تالاب کو دیکھا ہے ہم نے خشک ہو جاتے
کبھی دریا میں آتے یک بیک سیلاب دیکھا ہے ۔ ۲

کبھی محوِ طرب یاروں کو دیکھا بزمِ شادی میں
کبھی احباب کو با دیدۂ پُر آب دیکھا ہے ۔ ۳

کبھی دیکھا ہے جن کو بوریہ مشکل سے ہاتھ آیا
انہیں کے گھر میں فرشِ اطلس و سنجاب دیکھا ہے

سجنو! یہ گردشِ دوراں کسی کو ایک حالت میں نہیں رہنے دیتی۔ نشیب و فراز جاری رہتا ہے۔ شیخ سعدی نے بھی کہا ہے

بس نامور بزیرِ زمیں دفن کردہ اند
کز ہستیش بروئے زمیں یک نشاں نماند

حافظ شیرازی بھی چیتاونی دیتے ہیں ؎

ز رنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل مشو خرم
کہ آئینِ جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

متر و! ان سب باتوں کا وچار کر کے بھلا چاہو تو ابھیمان کو بالکل تیاگ دو۔ وہ چیتاونی کا ایک بھجن سنو۔

بھجن چیتاونی

منا! تیرے نے رام نہ جپا پیارے
جیسے موتی اوس کا رے۔ تیسے یہ سنسار
دیکھت ہی کو جھلملا رے، پنس نہ لاگے بار
سونے کا گڑھ لنک بنایا سونے کا دربار
اِک رتی سونا رے نہ گیا رے راون مرتی بار
بالا پن تو کھیل گنوایا۔ جوبن رنگ دکار
کہیں نانک سن رے بھگونتا! اب تو چیت گنوار

ابھیمانیوں کا نشہ اتارنے کے لئے ذوق فرماتے ہیں ؎

دکھا نہ جوشش و خروشش اتنا زور پر چڑھ کر
گئے جہاں میں دریا بہت اتر چڑھ کر

کبیر جی فرماتے ہیں ؎

دھرتی کرتے ایک پگ۔ سمندر کرتے پھال
ہاتھوں پربت تولتے تے بھی کھائے کال
ہاتھوں پربت پھوڑتے ساگر گھونٹ بھرائے
تے منی در دھرتی گئے۔ کیا کوئی گرب کرائے

ہستم چیتاونی جنہاں گھر چھوٹے ہاتھی۔ انہاں نوں کھا گئی مائی
تو خوش کر نیند کیوں سویا؟

شلوک ۲۴

اگر تو راجہ ہے تو ہم بھی سدگورو کی سیوا سے بیکھشا ہوئی ودیا کے ابھیمان سے بڑے ہیں۔ اگر تو اپنے دھن اور مال کے لئے مشہور ہے تو کویوں نے ہماری کیرتی بھی چاروں اطراف پھیلا رکھی ہے۔ سہے تک کرنے والے! تم میں اور ہم میں زیادہ فرق نہیں ہے۔ اگر تو ہماری طرف نہیں دیکھتا تو ہمیں بھی تمہاری پروا نہیں ہے۔ ۲۴

ویاکھیا

راجہ یا دوسرے جاگیردار امیر لوگ ابھیمان میں اکثر بڑے بڑے ودوانوں اور کویوں کی نندا کیا کرتے ہیں۔ یہ اُن کی مورکھتا ہے۔ وچارنے کی بات ہے کہ آخر ودوان اور کوی کس بات میں گھمنڈی راجاؤں سے کم ہیں؟ راجہ کی پوجا اپنے دیش میں ہوتی ہے۔ مگر ودوان کی پوجا سارا جگت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی ودیا کے راجہ ہی ہوتے ہیں اور نامی گرامی کویوں کی تو بات ہی جانے دیجئے۔ راجہ کا اور کویوں کا مقابلہ ہی کیا؟ کیا بالمیکی۔ ویاس۔ سورداس تلسی داس اور شیکسپیئر وغیرہ کوی سمراٹ کسی راجہ مہاراجہ سے کم ہیں؟ اگر یہ کوی نہ ہوتے تو ان راجاؤں کو کون جانتا؟ اس لئے ودوان اور کوی کسی بات میں راجاؤں سے کم نہیں ہیں اگر کسی گھمنڈی اور کم ظرف راجہ کو ان کی ضرورت نہیں تو انہیں بھی ایسے راجاؤں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

شلوک ۲۵

سینکڑوں ہزاروں راجہ اس پرتھوی کو اپنی کہہ کر چلے گئے مگر یہ کسی کی بھی نہ ہوئی تب راجہ لوگ اس کے مالک ہونے کا گھمنڈ کیوں کرتے ہیں؟ افسوس کی بات ہے کہ چھوٹے چھوٹے راجہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے مالک ہو کر ابھیمان کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ جس بات سے دکھ ہونا چاہئے مورکھ اس سے اُلٹے خوش ہوتے ہیں۔

ویاکھیا

اس دنیا میں لاکھوں ہی راجہ مہاراجہ ایسے ہو گئے ہیں جو یہ کہتے تھے کہ ہمارے برابر اس سنسار میں دوسرا کوئی نہیں ہوا۔ ہم پرتھوی پتی ہیں۔ مگر سب ایک دن چپ چاپ پرتھوی کو چھوڑ کر چلے گئے اور اب ان کے ہونے میں بھی لوگوں کو شک ہوتا ہے۔ پرتھوی اُن کی نہ ہوئی۔ اب بھی جو زمین کے مالک بنے پھرتے اور گھمنڈ کرتے ہیں۔ پرتھوی ان کے ساتھ بھی نہیں جائیگی۔ اسلئے ویری پرتھوی کی بات۔ سوامی شنکراچاریہ جی نے کہا ہے اور درست کہا ہے۔

مایا ہے کمہارن تو لیا کیا بندے سمجھے؟
اک دن ایسا آدمی میں روندوں گی تو ہے۔

ایسا سمجھ کر اپنے ملک اور مال کا گھمنڈ نہیں کرنا چاہیئے۔
ورنہ وہی بات ہوگی۔ جو کبیر صاحب نے کہی ہے۔ سو

آس پاس یودھا کھڑے سبھی بجاویں گال
رنیچ محل سے لے چلا ایسا کال کرال

اے انسان۔ موت سے ڈر۔ ابھیمان کو چھوڑ اور حلیمی کو اختیار کر۔ کسی راجہ کی نگری کے چاروں اطراف پکی شہر پناہ تھی۔ اس کا محل شہر کے عین درمیان میں تھا۔ ہر ایک پھاٹک پر پہریدار تھے۔ چاروں طرف مسلح سپاہی ننگی تلواریں لئے کھڑے رہتے تھے۔ مگر آس پاس کے سب یودھا گال بجاتے ہی رہ گئے۔ اور بلوان کال اس محفوظ محل میں سے راجہ کو لے گیا۔ سب دیکھتے رہ گئے کوئی بھی تدبیر نہ چلی۔ تیری بلوان کال تمہاری گھات میں بیٹھا موقعہ کی انتظار میں ہے۔ تب بھی اسکی زد سے کسی طرح بچ نہ سکیں گے۔

یہ سنسار ناپائیدار ہے۔ جیتے شریر کا کوئی ٹھکانا نہیں پھر بھی انسان کے ابھیمان کی حد نہیں۔ تھوڑی سی جائیداد پر اتنا اترانا۔ اتنا ابھیمان کہ ایشور سے بھی منکر ہو جاتا ہے۔ ذوق ٹھیک کہتے ہیں

موت نے کر دیا لاچار۔ وگرنہ انسان
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

ہدایت

میرے پیارے پڑھنے والو! میں آپ بیتی اور جگ بیتی کا واسطہ دے کر آپ سے نویدن کرتا ہوں کہ اگر آپ اپنا بھلا چاہتے ہیں۔ تو ابھیمان کو اپنے نزدیک نہ آنے دیں۔ یہ بڑا بھاری دشمن ہے۔ جنہوں نے ابھیمان کیا۔ ان کا لازمی طور پر ناش ہوا۔ ابھیمان نے لنکا پتی راون کو جڑ سمیت مٹا دیا۔ ابھیمان سے ہی اورنگزیب کے ذریعے مغلیہ سلطنت کا ناش کرایا۔ انہوں نے ابھیمان سے کہا تھا کہ میں بھارت سے ہندوؤں کا نام و نشان مٹا دوں گا۔ مگر وہ خود مٹ گیا اور اس کی سلطنت مٹ گئی۔ ہندوؤں کو وہ مٹا نہ سکا۔ کیا سمجھے! زمانہ کے حالات کو مدنظر رکھ کر عبرت پکڑو۔ اور اپنے زبردست دشمن ابھیمان کو تیاگ دو۔

شلوک ۲۶

اوّل تو یہ پرتھوی بذات خود بڑی نہیں ہے۔ اننت برہمانڈ میں یہ ایک چھوٹا سا ڈھیلا ہے۔ جو چاروں اطراف پانی سے گھرا ہوا ہے۔ تو دوسرے سینکڑوں ہزاروں راجاؤں نے آپس میں جنگ و جدل کر کے اس کے حصوں پر اپنا اپنا قبضہ جما رکھا ہے۔ ایسے ناچیز اور تنگ دل راجاؤں کو جو داتا سمجھتے ہیں۔ اور ان کے منہ کی طرف تاکتے ہیں کہ وہ کچھ دیں گے۔ ایسے نیچ لوگوں کو دھکار ہے۔ ایسے ناچیز اور ناداروں سے دھن پانے کی آشا رکھنا عبث ہے۔ ۲۶

ویاکھیا

مطلب صاف ہے کہ اس ناچیز پرتھوی پر لڑ جھگڑ کر اس کے کسی حصے پر قبضہ کرنے والے برائے نام راجہ لوگ خود نادار ہیں جو لوٹ کھسوٹ سے پرجا کا دھن ہڑپ کرتے ہیں۔ ایسے ڈاکوؤں کو داتا سمجھنا اور ان کے آگے ہاتھ پھیلانا بھاری مورکھتا ہے کیونکہ وہ تو لوٹنا جانتے ہیں۔ ان کا دینا بھی زیادہ لوٹنے کے لئے ہوتا ہے۔ وہ مانگنے والوں کی ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے۔ اگر مانگنا ہی ہو تو سمرتھ سے مانگنا چاہئے۔ ایشور سے مانگنا چاہئے۔ صرف ایک نشکام پرمیشور سے مانگو۔ وہ سب ضروریات پورا کر سکتے ہیں۔ وہ شہنشاہوں کے شہنشاہ ہیں۔ ان پرمیشور کے سوائے دوسرے کسی سے مانگنا اپنی آبرو پر بٹا لگانا ہے۔ کبیر جی کہتے ہیں ؎

رام دھنی سر پر کھڑے کہا کمی تو ہے داس!
ردھ سدھ سیوا کریں مُکتی نہ چھوڑے پاس
داس دکھی تو ہری دکھی آدی انت تہوں کال
پلک ایک میں پرگٹ ہو کرے نہال
جا کی گانٹھی رام ہے تا کو ہے سب سدھی
کر جوڑے کھڑی رہیں اشٹ سدھی نو ندھی

گورو نانک صاحب فرماتے ہیں ؎

تجھ بن ہور جے منگنا سر دکھاں دے دُکھ
دیہی نام سنتو کھیا میری اُترے من کی بھکھ

گوسوامی تلسی داس جی کہتے ہیں۔ بھگوان جس کی طرف کرپا کی درشٹی سے دیکھتے ہیں۔ اس کے لئے زہر امرت ہو جاتا ہے۔ دشمن دوست بن جاتے ہیں۔ سمندر گئو کے کھر کی مانند ہو جاتا ہے۔ آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور بھاری سومیر پہاڑ ریت کے ذرے کی مانند ہو جاتا ہے۔

بہت سے مورکھ ان ابھیمانی دھنی پرشوں سے یہاں تک کہہ دیتے ہیں "حضور! آپ ہمارے ملاح ہیں۔ ہم بڑی مصیبت میں ہیں۔ ہماری ناؤ منجدھار میں ہے۔ اسے پار لگائیے۔" یہ بڑی بُری بات ہے۔ ناؤ کو پار لگانا انسان کے ہاتھ میں نہیں۔ دنیا کی ناؤ کو سوائے سرب شکتی مان پرماتما کے کون پار لگا سکتا ہے۔ اس لئے بدھیمان لوگ اُسی کے بھروسے رہتے ہیں۔ وہ کسی بھی ابھیمانی امیر کا احسان اپنے سر پر نہیں لیتے۔ بقول ذوق ؎

احسان ناخدا کے اٹھائے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

شلوک ۲۷

نہ تو ہم نٹ یا بازی گر ہیں۔ نہ ہم ناچنے گانے میں ماہر ہیں۔ نہ ہم کو چغل خوری آتی ہے۔ نہ ہمیں دوسروں کی بربادی کے لئے سازشیں کرنی آتی ہیں۔ اور نہ ہم چھاتیوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی نوخیزہ استریاں ہی ہیں۔ تب ہماری پوچھ راجاؤں کے یہاں کیوں ہونے لگی! (۲۷)

ویاکھیا

مطلب یہ کہ ابھیمانی راجاؤں کے ہاں عموماً نٹوں یا بازیگروں، گویوں، ناچنے والوں، چغل خوروں، خوشامدیوں، سازشیوں اور رنڈیوں کی ہی قدر ہوتی ہے۔ ان کے ہاں ودوانوں کی قدر نہیں ہوتی اس لئے ان کی سنگت کی وجہ سے ان کا دھن لٹ جاتا ہے اور وہ برباد ہو جاتے ہیں۔ اس کی بجائے اگر وہ گنیوں اور ودوانوں کی قدر کرتے تو ان کو برا دن نہ دیکھنا پڑتا۔

بڑے ہی دکھ کی بات

شلوک ۲۸

پہلے وقتوں میں ودیا صرف ان لوگوں کے لئے تھی۔ جو مالک کی کثافت سے چھٹکارہ پا کر چت کی شانتی چاہتے تھے۔ اس کے بعد پیٹ پالنے والوں کے کام کی ہوئی دُنیاداری کی ودیا بنی۔ مگر اب تو راجہ لوگ شاستر کو سُننا ہی نہیں چاہتے۔ وہ اس سے منحرف ہو گئے ہیں۔ راجاؤں نے ودیا دن بدن رساتل کو جا رہی ہے۔ یہ بڑے ہی دکھ کی بات ہے۔

ویاکھیا

مطلب یہ کہ ست یگ وغیرہ پہلے زمانوں میں لوگ چت کی شانتی اور موکش پراپتی کے لئے ودیا پڑھتے تھے۔ اس وقت ودیا کی بہت قدر تھی۔ اس کے بعد وہ زمانہ بھی آیا۔ جب کہ لوگ دنیوی کاموں کے لئے ودیا پڑھنے لگے۔ ارتھات نوکری وغیرہ ذریعہ معاش کے لئے۔ یہاں تک تو خیر تھی مگر اب ایسا زمانہ آیا ہے۔ کہ راجا وغیرہ مورکھ ابھیمانی لوگ ودیا کی قدر کرنا ہی بھول گئے ہیں۔ ارتھات اب راجہ لوگ ودیا اور ودوانوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ وہ اب پنڈتوں سے دھرم شاستر نہیں سنتے۔ اس لئے ودیا کی قدر گھٹ جانے سے اب کوئی ودیا نہیں پڑھتا۔ اور وہ رساتل کو جا رہی ہے۔ یہ بڑے ہی دکھ کی بات ہے۔ کیونکہ جب ودیا ہی سنسار سے معدوم ہو جاویگی۔ تو انسان کے کلیان کا کوئی سادھن نہیں رہ جاوے گا۔ پس بدھیمان پرشوں کو ودیا کے پرچار کی پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ سنسار کی شوبھا ودیا ہی ہے۔"

شلوک ۲۹

پراچین کال میں ایسے انسان ہوئے ہیں جن کی کھوپڑیوں کی مالا بنا کر شوجی نے شوبھا کے لئے اپنے گلے میں پہنی۔ اب ایسے لوگ ہیں جو اپنی معاش (یا غرض) کے لئے سلام کرنے والوں کی تھوڑی سی ہی خوشامد سے ہی ابھیمان کے نشے میں چور ہو کر گرم ہو رہے ہیں اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ (۲۹)

ویاکھیا

مطلب یہ کہ پہلے زمانہ میں لوگ خوشامد کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور ستیہ پر ہمیشہ قائم رہتے تھے۔ مگر اب کم ظرف لوگ اتنے خوشامد پرست ہو گئے ہیں۔ کہ اگر کوئی غرض مند آدمی اپنی مطلب براری کے لئے بھی سلام کرے۔ تو وہ غرور سے پھول کر کپا ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بہت بڑا آدمی سمجھنے لگتے ہیں۔ اور غرور سے ان کے پاؤں زمین پر نہیں پڑتے۔ کہاں تک گراوٹ ہو چکی ہے۔ ذرا سوچئے تو۔

شلوک ۳۰

اگر تم دھن کے مالک ہو تو ہم بانی کے سوامی ہیں۔ اگر تم فنون جنگ (شستر ودیا) میں ماہر ہو۔ تو ہم بھی شاستر ارتھ (شاستر ودیا) میں ماہر ہیں۔ اگر تمہاری سیوا دھن چاہنے والے لوگ کرتے ہیں۔ تو ہماری سیوا گیان اندھکار کا ناش چاہنے والے جگیاسو ودیارتھی کرتے ہیں۔ اگر تمہیں ہماری ذرا بھی غرض نہیں ہے۔ تو ہمیں بھی تمہاری بالکل غرض نہیں ہے۔ لو ہم بھی چلتے ہیں۔" (۳۰)

ویاکھیا

مطلب یہ کہ ودیا حلیم اور انکساری ہو کر ہی پراپت ہو سکتی ہے۔ اگر راجہ اور دھنی لوگ اتنے مغرور اور گھمنڈی ہو گئے ہیں۔ کہ وہ ودوانوں کی قدر نہیں کرتے۔ تو ودوان لوگ بھی ان کے پاس نہیں پھٹکتے۔ اس میں نقصان تو دھنی پرشوں کا ہی ہوتا ہے۔ وہ ودیا سے ہی محروم نہیں رہ جاتے بلکہ ودوانوں کے سنگ سے ہونے والے لابھ سے بھی محروم رہتے ہیں جن سے ان میں اخلاقی گراوٹ آ جاتی ہے۔

شلوک ۳۱

جب میں بہت تھوڑا سا جانتا تھا۔ تب ہاتھی کی طرح مد سے اندھا ہو رہا تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ میں سروگیہ ہوں۔ جب مجھے بدھیمانوں کی صحبت سے کچھ معلوم ہوا۔ تب میں نے سمجھا کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ میرا جھوٹا مد بخار کی طرح اتر گیا۔ (۳۱)

ویاکھیا

جو لوگ بہت تھوڑا گیان رکھتے ہیں۔ وہ دوسرے گنوار لوگوں کے درمیان بیٹھ کر اپنی ودیا اور گیان کی بڑ ہانکتے ہیں اور اپنے آپ کو ویاس وششٹ سے کم نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی سمجھتے ہیں۔ وہ ودیا کے گھمنڈ میں اپنے برابر کسی کو بھی نہیں سمجھتے۔ مگر جب ایسے آدمیوں کو سچے ودوانوں اور سنتوں کا سنگ ملتا ہے۔ تب ان کے گیان کا وچار کر کے انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ ان میں تو گیان کا انش بھی نہیں۔ تب ان کا گیان کا ابھیمان ٹوٹ جاتا ہے۔ اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہمارا ابھیمان جھوٹا تھا۔ استاد ذوق نے کہا ہے۔ ؎

ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانیں گے
جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی

کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ کہ تھوڑا پڑھا بہت گھمنڈی ہوتا ہے۔ مگر جب وہ ودوانوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے۔ تو اس کا نشہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور وہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا ایک دم مورکھ ہوں۔ ایسے آدمی کا سنتوں کی سنگت سے ادھار ہو جاتا ہے۔ مگر دھن کی طرح ودیا کا ابھیمان بھی ٹھیک نہیں ہے۔

ویراگیہ کی بھاونا

شلوک ۳۲

زیوروں سے سجی ہوئی استریوں کو بھوگنے لائق جوانی چلی گئی۔ اور ہم بہت مدت تک وشیوں کے پیچھے دوڑتے دوڑتے تھک بھی گئے۔ اب ہم پوتر گنگا جی کے کنارے پر استریوں (اسب سنساری بھوگوں کی) نندا کرتے ہوئے شوشو جپیں گے۔ (۳۲)

ویاکھیا مطلب یہ کہ جوانی میں ہم نے خوب وشیوں کو بھوگا اپنی طرف سے کمی نہیں کی۔ وشیوں کو بھوگتے بھوگتے اب ہم بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اس لئے تھک بھی گئے ہیں اس لئے کہ بھوگ کی شکتی اب ہم میں نہیں رہ گئی۔ اب تو ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم ویراگیہ کا آشرہ لیں اور سب وشیوں کی نندا کرتے ہوئے گھر چھوڑ کر بھگوتی بھاگیرتی کے کنارے پر جا کر بدھ آسن لگا کر شوشو رٹیں۔ اب اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ اور اسی سے ہمارا انت کال سدھر جائے گا۔ خلاصہ مطلب یہ کہ بڑھاپے میں تو اوشیہ ہی وشیوں کو تیاگ کر بھگوت بھجن کرنا چاہیئے۔ ورنہ یہ منش جنم عبث ہی چلا جاوے گا۔ یہی بات اگلے شلوک میں بھی کہتے ہیں

شلوک ۳۳

جب لوگوں میں عزت آبرو نہ رہے۔ دھن ناش ہو جائے اور مانگنے والے لوٹ لوٹ کر نیش نے لگیں، بھائی بند۔ استری پتر؛ دوست ناطے رشتہ دار دور ہو جائیں۔ جوانی ڈھل جائے۔ تب بدھی مان پرش کو چاہیئے کہ ایسے پہاڑ کی گپھا کے کونے میں جا بیٹھے۔ جس کے پتھر شری گنگا جی کے جل سے (رگڑ کھا کر) پوتر ہو گئے ہوں۔ (۳۳)

ویاکھیا بڑھاپے میں اکثر ایسی حالت ہو جاتی ہے۔ جیسی کہ شلوک کہی ہے۔ اس وقت سمجھ دار آدمی کو چاہیئے کہ ویراگیہ کا دامن پکڑے۔ اور گھر تیاگ کر گنگا جی کے کنارے پر کسی گپھا میں جا رہے اور بھگوان کا بھجن کرتے ہوئے اپنا باقی جیون بسر کرے۔ اس سے اس کا انت کال سدھر جائے گا۔ اور سدگتی ہو گی۔

شلوک ۳۴

اے ملین من! تو پرائے دل کو خوش کرنے میں کس لئے لگا رہتا ہے؟ اگر تو ترشنا کو چھوڑ کر سنتوش کرے اپنے میں ہی سنتشٹ رہے۔ آتم لین ہو جائے۔ تو تو خود چنتامنی سوروپ ہو جائے۔ تب تیری کونسی خواہش ہے جو پوری نہ ہو۔ (۳۴)

سوروپ میں مگن رہنا

من ہی بندھ اور موکش کا کارن ہے۔ سب اندریاں من کے تابع ہیں۔ انسان من سے ہی پاپ پنیہ اور سکھ دکھ کا بھاگی ہوتا ہے۔ من ہی انسان کو بھلا برا نیک و بد بناتا ہے۔ من کو سدھارنے سے ہی۔ من کو وا منا رہت کرنے سے ہی۔ من کو ایکاگر کرنے سے ہی وہ آتم ساکھشاتکار کے یوگیہ ہوتا ہے۔ اس لئے ودوان پرش من کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

اے من! تو خود تو ملین اور دکھ کے بوجھ سے دبا ہوا ہے۔ تب تو اپنا سدھار نہ کر کے دوسروں کو خوش کرنے کی اتنی کوشش کیوں کرتا ہے؟ کیوں دکھ سہتا اور مان کھوتا ہے۔ اس سے تجھے کیا لابھ ہوگا؟ میری بات مان۔ اور سب خواہشات کو تیاگ دے۔ کسی بھی چیز کی خواہش مت کر اور اپنے آپ میں ہی شانت رہ۔ تب تجھے پرم آنند کی پراپتی ہوگی۔ تب تو اپنے چنتامنی سوروپ کو پہچان جائے گا۔ تب تو خود چنتامنی بن جاویگا۔ کام دھینو اور کلپ برکھش ہو جاویگا۔ آتم ساکھشاتکار کر کے تو برہم میں لین ہو جاوے گا۔ تب ہرش وشاد رشوک موہ تیرے پاس نہ آویں گے۔ اشٹ سدھی اور نو ندھی تیرے سامنے دست بستہ کھڑی رہینگی۔ اس وقت تیری کوئی کامنا پوری ہوئے بغیر نہ رہیگی۔ اس لئے کہتا ہوں کہ تو دوسروں کو راضی کرنے کی نسبت اپنے آپ کو ہی راضی رکھ۔ اس سے تجھے یقیناً اُس پد کی پراپتی ہوگی جس کے برابر تر لوکی میں اور کوئی پد نہیں ہے۔ تب تجھے سنسار سے سچا ویراگیہ ہوگا۔ اور آتم لین ہونے کے سوا تجھے اور کچھ بھی اچھا نہ لگے گا۔ رحیم جی فرماتے ہیں۔ ؎

پریتم چھب نینن بسی۔ پر چھبی کہاں سمائے

بھری سرائے رحیم لکھ آپ پتھک پھر جائے

ارتھات جب آنکھوں میں پیارے کرشن کی سندر موہنی چھبی سما جاتی ہے۔ تب ان میں اور کسی دوسرے کی چھبی نہیں سما سکتی۔ پتر۔ استری۔ دھن دولت وغیرہ کوئی بھی سنساری وستو اس میں سما نہیں سکتی۔"

خلاصہ یہ کہ منش کا اپنا سوروپ ہی پورن پرماتما سوروپ ہے۔ منش اسے بھول کر ہی سنساری وشیوں کی کامنا کرتا ہے جس سکھ کے لئے وہ اتنی آفتیں اٹھاتا ہے۔ اس سکھ کا سچا سرچشمہ خود اس کے دل میں موجود ہے۔ اور وہ اس کا اپنا ہی آتما ہے۔ ایک مغربی ودوان نے خوب کہا ہے :-

THE SOURCE OF TRUE HAPPINESS IS INHERENT IN THE HEART; HE IS A FOOL WHO SEEKS IT ELSEWHERE.

ارتھات سچے سکھ کا سرچشمہ انسان کے دل کے اندر ہے۔ جو اسے اور جگہ کھوجتا پھرتا ہے۔ وہ مورکھ ہے۔" یقیناً سکھ آتما میں ہے اور من کے ایکاگر کرنے سے وہ ملتا ہے۔ جس کا چت شانت اور مستقر ہے وہ سدا سکھی ہے۔ جس کا چت مستقر نہیں اسے سکھ بھی نہیں۔ اس لئے اے مترو! بھٹکنا چھوڑ کر سنتوش کی شرن لو۔ یقیناً آپ کو اپنے اندر ہی پرم سکھ کا سرچشمہ مل جاویگا۔ اور وہ آپ کا اپنا نج سچدانند سوروپ ہوگا۔ جو نتیہ اور دیش کال کی حد سے پرے ہے۔ اسی آتما میں رمن کرنے کا ابھیاس کرو۔

ویراگیہ کی مہما

شلوک ۳۵

نشٹ ہونے والے بھوگوں میں روگوں کا بھے ہے۔ اونچی خاندان میں داغ لگنے کا بھے ہے۔ چپ رہنے میں دینتا کا بھے ہے۔ دھن میں راجہ کا بھے ہے۔ بل میں دشمنوں کا بھے ہے۔ سندرتا (خوبصورتی) میں بڑھاپے کا بھے ہے۔ شاستروں میں مخالفوں کے اعتراضات کا بھے ہے۔ اگر گن ہیں تو ... کا بھے ہے۔ اسی طرح دنیا کی سبھی چیزوں میں مشغول انسان کو بھے لگا رہتا ہے۔ نہیں ہے کیونکہ صرف ایک ویراگیہ میں ہی کسی طرح کا بھے نہیں ہے۔

ویاکھیا

اگر انسان نشٹ ہونے والے سکھوں کو بھوگتا ہے۔ تو اسے روگوں کا بھے رہتا ہے۔ اس لئے روگوں کے بھے سے وہ وشیوں کو بے فکر ہو کر بھوگ نہیں سکتا۔ اگر چندن وغیرہ ٹھنڈی چیزوں کا لیپن کیا جاتا ہے۔ تو بادی ہو جانے کا بھے ہے۔ اگر استری سنگ کیا جاتا ہے۔ تو بل گھٹتا ہے اور کثرت مباشرت سے تپ دق تک ہو جانے کا بھے لگا رہتا ہے۔ اگر اونچے خاندان میں جنم ہوا ہے۔ تو سدا اس کی مریادا کے ٹوٹنے کا بھے لگا رہتا ہے یعنی کل کی بدنامی کا بھے دامنگیر رہتا ہے۔ اسی طرح زیادہ دھن ہونے سے چوروں ڈاکوؤں اور راجہ کا بھے لگا رہتا ہے۔ مبادا یہ دھن لوٹ یا چھین نہ لیں۔ اسی طرح چپ رہنے سے دینتا اور بزدلی کا بھے رہتا ہے کیونکہ چپ رہنے والے کو سبھی لوگ مورکھ سمجھتے ہیں۔ جنگ میں دشمنوں کا بھے رہتا ہے۔ اگر خوبصورتی ہو۔ تو بڑھاپے میں اس کے بگڑ جانے کا بھے رہتا ہے۔ بڑھاپے میں سب رنگ روپ اڑ جاتا ہے۔ جو شاستروں کے ماہر ہیں ان کو مخالفوں سے شاستر ارتھ میں ہار جانے کا بھے ہے۔ تپسیا کرنے والے اور سدگنی پرشوں کو دشٹوں کا بھے ہے کیونکہ وہ دشٹ اچھے سے اچھے کاموں میں بھی نقص نکال ان کا الٹا مطلب نکالا کرتے ہیں۔ حسد کی وجہ سے وہ بھلے پرشوں کی شہرت کو برداشت نہیں کر سکتے اور بھلے پرشوں کے بلا وجہ دشمن بن کر انہیں نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں۔ شریر کو ہر وقت موت کا بھے رہتا ہی ہے کیونکہ اس کا ناش یقینی ہے۔ جو پیدا ہوا ہے وہ مرے گا بھی۔

اس طرح وچار کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان کو دنیا کی سبھی چیزوں میں بھے ہی بھے ہے۔ صرف ایک ویراگیہ ہی ایسا دھن ہے جس میں کوئی بھے نہیں ہے۔ ارتھات ویراگیہ کو دھارن کر کے انسان ہر طرح سے نربھے ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا ہے۔ :-

چاہ گئی چنتا مٹی - منوا بے پرواہ

دنیا میں سب طرف سے ہی بے فکر کر فی لب کہتے ہیں

رہیئے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنانا چاہیئے
کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

دنیا میں ذرا بھی سکھ نہیں ہے۔ سب جگہ بھئے ہی بھئے ہے ایک کو ایک کھانے کو دوڑتا ہے۔ جیسے [illegible] رہا ہے حسد و بغض کا بازار چاروں اطراف گرم ہے۔ اس لئے دنیا سے کنارہ کرکے ویراگیہ کی سنجیونی بوٹی کا سیون کرنا چاہیئے۔ جس سے سب طرح کا بھئے مٹ جائے۔ یاد رکھو کہ

سچا سکھ کیول ویراگیہ میں ہے۔

شلوک ۱۲

کمل کے پتوں پر ٹھہری ہوئی پانی کی بوندوں کی طرح ناپائیدار پرانوں کے لئے مورکھتا [illegible] دھن کے مست دھنی آدمیوں کے سامنے بے حیا ہو کر اپنی تعریف آپ کرنے کا گھور پاپ کرنے والے ہم لوگوں نے کون سا پاپ نہیں کیا؟ (۱۲)

ویاکھیا

انسانی زندگی بہت ہی ناپائیدار ہے۔ اس کا کوئی بھروسہ نہیں۔ مگر اس کے لئے ہم نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور کیا۔ اس ناپائیدار جیون کے لئے ہم نے اپنی تعریف آپ کرنے کا گھور اپرادھ بھی کیا۔ اور وہ بھی ایسے لوگوں کے سامنے جو دھن کے مست متوالے ہو رہے تھے۔ اور جو کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اے! ایسا گھور پاپ کرکے بھی ہمارا مطلب حل نہ ہوا۔ ہمارے پرانوں کی رکشا نہ ہوئی۔

دنیا میں اپنے گنوں کا آپ بیان کرنا (اپنی تعریف آپ کرنی) ہی بہت بڑا پاپ ہے۔ جو بلحاظ حقیقت میں بہت ہی گرا کام ہے مگر بیچارے دھنی پرشوں کے سامنے پیٹ پُر جانے کے لئے ایسا بھی کرنا پڑتا ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہی پڑتا ہے۔

زندگی ناپائیدار ہے۔ پران کمل کے پتے پر پانی کی بوند کی مانند چنچل ہیں۔ یہ جیون بادلوں کی چھایا۔ بجلی کی چمک اور پانی کے بلبلے کی طرح ناپائیدار ہے۔ کبیر کہتے ہیں:

پانی کیرا بدبدا۔ اسی مانش کی جات
دیکھت ہی چھپ جائیگا جیوں تارا پربھات

جس طرح دیکھتے دیکھتے حوض کا پانی موری کی راہ سے نکل جاتا ہے۔ اسی طرح یہ جیو آتما شریر سے نکل جائے گا۔ دس پانچ دن کی تو بات ہے۔ سوامی شنکراچاریہ جی نے کہا ہے۔ کہ یہ جیون کمل کے پتے پر پڑی بوند کی طرح چنچل ہے۔ ایسے ناپائیدار جیون کے لئے انسان نیچ سے نیچ کرم کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ یہ بڑے ہی شرم کی بات ہے۔ اگر انسان کی لاکھوں برس کی عمر ہوتی یا بھی لومش رشی۔ مارکنڈے۔ یا کاک بھشنڈی ہوتے تو نہ معلوم انسان کیا کیا پاپ کرتے؟ وہ لوگ نادان ہیں جو تھوڑی سی زندگی کے لئے پاپوں کی گٹھڑی باندھ کر اپنا لوک پرلوک بگاڑتے ہیں۔ بھائیو! کان کھول کر سن لو کہ انسانی زندگی بالکل ناپائیدار ہے

اس ناپائیدار جیون کے لئے پاپ کرنا چھوڑ دو۔
اے مسافر! کوچ کا سامان کر
اس جہاں میں ہے تو گنتی کا چند روز

کال بھگوان کو نمسکار

شلوک ۱۳

اے بھائی! کیسے دکھ کی بات ہے۔ پہلے یہاں کیسے راجہ راجیہ کرتے تھے۔ ان کی سینا کیسی بلوان اور اپار تھی۔ ان کے راجکمار کیسے اچھے تھے۔ ان کی راجیہ سبھا (دربار) کیسا شاندار تھا۔ ان کے پاس کیسی چندرمکھی استریاں تھیں۔ کیسے اچھے اچھے چارن (بھاٹ) اور کتھا کہنے والے ان کے ہاں رہتے تھے۔ وہ سب جس کال کے بس میں ہو گئے۔ اس کال کو میں نمسکار کرتا ہوں۔ (۱۳)

ویاکھیا

کوئی آدمی کسی پرتاپی راجہ کی راجدھانی کے کھنڈرات کو دیکھ کر شوک کرتا ہوا کہتا ہے کہ یہاں کوئی بڑا [illegible] زبردست تھا۔ اس کے بے شمار چترانگنی فوج تھی۔ اس کے فرزند بڑے ہی بلوان اور پہلوان تھے اس کے بڑے بڑے شوبیر راجکمار تھے۔ اس کے ہاں چندرما کو شرمانے والی چندرمکھی استریاں تھیں۔ اس کی راج سبھا

راج اندر کی سبھا کو مات کرتی تھی۔ اس کے دربار میں ایک سے ایک بڑھ کر بدھیمان منتری۔ چارن اور بھاٹ وغیرہ تھے۔ ایک دن یہ سب تھے۔ مگر آج نہ وہ راجہ ہے نہ راجدھانی ہے نہ راجیہ سبھا ہے۔ نہ وہ چتر انگنی سینا ہے نہ وہ ذی شان وزیر ہیں اور نہ چندر مکھی استریاں ہی ہیں۔ وہ سب کہاں گئے؟ ہائے۔ ان سب کو کال نے کھا لیا۔ آج ان کا نام و نشان تک دنیا میں نہیں ہے۔ جو کال بلی ہے جس نے ان سب کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیا۔ اس کال کا ہمیں سمرن کرنا ہے۔ کال کی مہما ایسی ہی ہے۔ کبیر جی کہتے ہیں:۔

کبیر گرب نہ کیجئے۔ کال گہے کر کیس
نہ جانوں کت مارسی ہے کیا گھر یا پردیس
آج کال کے بیچ میں جنگل ہوگا باس
اوپر اوپر ہل چلیں ڈھور چریں گے گھاس
پا؍ پلک کی سدھ نہیں کرے کال کا ساج
کال اچانک مارسی جیوں تیتر کو باج
پانچوں نوبت باجتی ہوت چھتیسوں راگ
سو مندر خالی پڑے بیٹھن لاگے کاگ
کہا چنا رے میڑھیا لمبی بھیت اسار
گھر تو ساڑھے تین ہتھ گھنا تو پونے چار
پانچ تت کا پتلا مانش دھریا نام
دنا چار کے کارنے پھر پھر روکے ٹھام
کبیر گرب نہ کیجئے اونچا دیکھ اواس
کال پرے بھوئیں لیٹنا اوپر جمسی گھاس
یہ ایسا سنسار ہے جیسا سیمر پھول
دن دس کے بیوہار میں جھوٹے رنگ نہ بھول
کہا کیا ہم آئے کے کہا کریں گے جائے
اتنے کے بھئے نہ اُت کے چالے مول گنوائے
کبیر یہ تن جات ہے سکو تو راکھ بہود
خالی ہاتھوں وہ گئے جن کے لاکھ کروڑ
کبیر سوتا کیا کرے اُٹھ کے جپو دیال
اک دن تو ہے سونا لمبے پاؤں ڈال

ایک سیس کا مانوا۔ کرتا بہتک ہیٹھ
لنکا پتی راون گیا۔ بیس بھجا دس سیس
اپنے پہرے جاگئے۔ پڑ نہ رہیے سوئے
نہ جانے چھن ایک میں کس کا پہرہ ہوئے
مندر ماہیں جھلکتی دیا کی سی جوت
ہنس بٹاؤ چل گیا۔ کاڑھو گھر کی چھوت
ہم جانے تھے کھائیں گے۔ بہت زمیں بہو مال
جیوں کا تیوں ہی رہ گیا پکڑ لے گیا کال
جیول دس سورا بھو کھڑے ہاتھ لیے ہتھیار
رہ گئے سب ہی دیکھتے کال لے گیا مار
جا کو رہنا اُت ہے سو کیوں پوڑے اِت
جیسے پر گھر پاہونا رہے اُٹھائے چت
پات جھڑنتا یوں کہے سن ترور بن رائے
اب کے بچھڑے نہ ملیں دور پڑیں گے جائے
ساتھی ہمرے چل گئے۔ ہم بھی چالن ہار
کاگد میں باقی رہی تاتے لاگی بار

اور تو اور یہ اننت جل سے بھرپور مہا ساگر، سمیرو اور ہمالیہ پہاڑ بھی ایک دن کال کا لقمہ بن جائیں گے۔ دیوتا سدھ۔ گندھرب۔ پرتھوی۔ پانی اور پون ان سب کو کال کھا جائے گا۔ یم کوبیر ورن اندر وغیرہ دیوتا بھی ایک دن گر پڑیں گے۔ چاند اور سورج بھی نشٹ ہو جائیں گے۔ برہما وشنو اور مہیش بھی کال پا کر اپنا آسن سمیٹ لیں گے۔ تب یہ سادھارن جیو تو کس شمار میں ہیں؟ مگر یہ اتنے ادنیٰ ہو کر بھی گھمنڈ سے پھولے نہیں سماتے کتنی بھاری بھول ہے؟

یہ جگت بھرم ماتر ہے۔ اگیانی لوگ ہی اس کے بھوگوں کو سکھ روپ جان کر اُن کی خواہش کرتے اور بندھن میں پھنستے ہیں۔ مگر سمجھدار لوگ اس سنسار کو متھیا اور اسار سمجھ کر صرف ایک بھگوان کو ہی نتیہ اور اوناشی سمجھ کر اس کی بھگتی کرتے ہیں۔ میراں بائی نے ایک بھجن میں کیا ہی اچھا کہا ہے

سانورے! میں تیرے رنگ راتی
چندا جائے گا سورج جائے گا۔ جائیگی دھرت اکاسی،

پون پانی دونو ہی جائیں گے۔ اٹل رہے اوناسی
سانورے! ہیں تیرے رنگ راتی

شلوک ۳۸

جن سے ہم نے جنم لیا تھا۔ انہیں اس دنیا سے گئے بہت دن ہو گئے۔ جن کے ساتھ ہم بڑے ہوئے۔ وہ بھی اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اب ہماری حالت بھی ریتیلی ندی کے کنارے کے درختوں کی سی ہو گئی ہے۔ جو دن بدن جڑ چھوڑتے ہوئے گرا دیئے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اب بہت جلد ہی ہماری بھی کوچ کی تیاری ہو رہی ہے۔ (۳۸)

ویاکھیا

مطلب یہ کہ ہمارے ماتا پتا اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جن لوگوں کے ساتھ ہم پیدا ہوئے تھے۔ جن کے ساتھ کھیلے کودے تھے۔ جن کے ساتھ سکول میں پڑھے تھے۔ جن سے پریم بڑھایا تھا۔ ان میں سے بھی بہت سے کال کا لقمہ بن گئے۔ ہم بھی اب بوڑھے ہو گئے ہیں اس لئے ہماری حالت بھی دریا کے کنارے ریت میں اُگے درخت کی سی ہے۔ جس کی جڑیں ڈھیلی ہو چکی ہیں اور ہر لمحہ جس کے گرنے کا امکان ہے۔ ایسی تو غیر یقینی ہماری حالت ہے۔ پھر بھی تعجب ہے کہ ہماری موہ مایا نہیں چھوٹتی۔ اب بھی ہمارا من دنیوی موہ سے الگ ہونا نہیں چاہتا۔

باری باری سبھی پیارے اور متر رخصت ہو گئے۔ اب ہمارا نمبر بھی قریب تر ہے۔ سندیش آیا کہ آیا۔ کچھ سانس باقی ہیں اسے مورکھ من! انہیں ہی پرماتما کے بھجن میں لگا تا کہ تیرا کچھ تو کلیان ہو جائے۔

کال کا نرالا کھیل

شلوک ۳۹

جس گھر میں پہلے بہت سے لوگ تھے اس میں اب ایک ہی رہ گیا ہے۔ اور جس گھر میں ایک تھا۔ اس میں بہت سے ہو گئے۔ مگر آخر میں ایک بھی نہ رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کال دیوتا۔ اپنی استری کالی کے ساتھ سنسار روپی چوپڑ میں دن رات روپی پاسوں کو بڑھا کر اور دنیا کے پرانیوں کی گوٹی بنا کر کھیل رہا ہے۔ (۳۹)

ویاکھیا

جس گھر میں پہلے پتر پوتے۔ پتر بدھو۔ پوتر بدھو۔ بیٹی۔ داماد اور دوہتی وغیرہ بہت سے لوگ تھے۔ آج وہ سنسان سا ہو گیا ہے۔ اس میں اب ایک ہی آدمی نظر آتا ہے۔ جیسے ریگستان میں ایک ہی بے پتوں کا درخت ہو۔ اور جس گھر میں پہلے ایک ہی آدمی تھا۔ اس کا اتنا کنبہ بڑھا کہ پچاسوں ہو گئے۔ مگر آج دیکھتے ہیں کہ ان میں ایک بھی نہیں ہے۔ گھر میں تالہ لگا ہے۔ اور لمبی لمبی گھاس اُگ رہی ہے۔ دیواریں گر رہی ہیں اور چھتیں چو رہی ہیں اور اینٹیں دانت دکھا رہی ہیں۔ اب اس گھر میں چمگادڑ۔ الو سانپ اور بچھو وغیرہ رہتے ہیں۔ کبیر جی کہتے ہیں:۔

جنہوں نے اونچے اونچے محل بنوائے تھے اور ان میں سنہری کام کرائے تھے۔ وہ آج شمشان میں چلے گئے ہیں۔ اور ان کے بنوائے ہوئے محل سونے پڑے ہیں۔ جو ململ اور خاصہ پہنتے تھے۔ ناگر پان چباتے تھے اور اکڑ اکڑ ٹیڑھے ہو کر چلتے تھے۔ الھیان کے نشے میں چور ہوئے چلتے تھے۔ اور بدن پر عطر پھلیل اور خوشبویات وغیرہ لگا کر محلوں میں سوتے تھے۔ وہ اب خواب میں بھی نظر نہیں آتے۔ دیکھتے دیکھتے نہ معلوم کہاں غائب ہو گئے۔

یہ کال کا کھیل انت کال سے جاری ہے اور انت کال تک بنا رہیگا۔ اس بھید کو سمجھ کر ہرش شوک سے رہت ہو کر جیون بسر کرنا چاہیئے۔

شلوک ۴۰

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس تھوڑی سی زندگی میں کیا کیا کریں؟ ادتھات ہم گنگا تٹ پر بیٹھ کر تپ کریں یا گن وتی حسین استریوں کی پریم سہت یتھا یوگیہ سیوا کریں۔ یا ویدانت شاستر کا امرت پان کریں یا کاویہ رس کا پان کریں (۴۰)

ویاکھیا

ایک وچاروان آدمی کہتا ہے۔ کہ زندگی چند روزہ ہے۔ اس میں ہم کیا کیا کام کریں؟ کام تو بہت سے ہیں۔ مگر وقت تھوڑا ہے۔ گنگا جی کے کنارے

شو شو کا جپ اور سمرن کرنا بھی اچھا ہے۔ ویدانت شاستر کے تتوں کو سمجھ کر ادویت امرت کا پان کرنا یا کا دیہ یعنی بالمیکی رامائن ویاس کی مہا بھارت اور شریمد بھاگوت۔ تلسی داس کا رام چرت مانس اور شور داس کے سور ساگر کا پیار اس کے علاوہ نیز دیگر مہان کویوں کی کویتا کا رس پان کرنا بھی بہت اچھا ہے۔ اسی طرح دنیا میں سندر استریوں کے ساتھ میٹھی میٹھی باتیں کرنا۔ ان کا سنگ کرنا اور ان کے ساتھ رمن کرنا بھی بھلا ہے۔ اس طرح یہ سب کام اچھے ہیں اور سبھی کے کرنے کو چیت بھی چاہتا ہے۔ مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک لمحہ بھر کی زندگی میں ہم کیا کیا کریں؟ مطلب یہ کہ انسانی زندگی بہت ہی تھوڑی ہے۔ کسی ایک کام کی تکمیل کے لئے بھی کافی نہیں۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی میں وہ کام کرے۔ کہ جس سے اس کا لوک پرلوک دونو ہی سدھر جائیں اور وہ کام ہے بھگوت بھگتی۔ جب تک دم میں دم رہے انسان کو سب کچھ چھوڑ کر ایک ماتر بھگوان کا ہی بھجن کرنا چاہیے۔ کبیر جی کہتے ہیں:۔

کبیرا جو دن آج ہے سو دن ناہیں کال
چیت سکے تو چیت لے میچ پڑی ہے خیال موت
آج کال کہ پانچ میں جنگل ہوگا باس
اوپر اوپر ہل پھریں۔ ڈھور چریں گے گھاس

تلسی داس جی بھی کہتے ہیں:۔

تلسی جگ میں آئے کے کر لیجے دو کام
دینے کو ٹکڑا بھلو لینے کو ہری نام

گورو نانک جی کہتے ہیں:۔

اس دم دا کی بے بھروسہ
آیا آیا نہ آیا نہ آیا

کاہے سوچ کرے نر من میں جس نے ڈھونڈا اس نے پایا

اور بھی کہا ہے۔ کہ

نہ جانے کون سی بیریاں بجے گا کوچ نقارہ

اور بھی سنئے

ذرا غافل نہ ہو یکدم کہ دنیا چھوڑ جانا ہے

کبیر جی کا ایک بھجن ہے۔ کہ

دن تے پہر پہر تے گھڑیاں آیو وہ گھٹے تن چھیجے ۱۱
کال اہیری پھرے بدھک جیوں کہو کون بدھ کیجے
سو دن آون لاگا
مات پتا بھائی سُت بنیتا۔ کہو کون ہے کا کا؟

مطلب کہ گھڑیوں سے پہر اور پہر سے دن بنتے ہیں اس طرح عمر گھٹتی جاتی اور شریر کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور کال روپی شکاری ملک الموت کی طرح گھوم رہا ہے۔ کہیئے۔ اب بچاؤ کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ اب تو موت کا دن آنے والا ہے اب کہو۔ کہ ماتا پتا بھائی بیٹا اور استری کیا۔ ان میں سے کون کس کا ہے۔ ارتھات کوئی بھی کسی کا نہیں ہے۔ اس لئے سب کام چھوڑ کر پرماتما کا بھجن کرنے میں ہی بھلائی ہے۔ اور یہی اس شلوک کا مدعا ہے

شلوک ۴۱

آہا! وہ سکھ کے دن کب آویں گے۔ جب ہم گنگا جی کے کنارے ہمالیہ کی شلا پر پدم آسن لگا کر ودھی انوسار آنکھیں موند کر۔ برہم کا دھیان کرتے ہوئے یوگ نندرا میں مگن ہوں گے۔ اور بوڑھے بوڑھے ہرن نربھے ہو کر ہمارے شریر کی رگڑ سے اپنے شریر کی کھجلی مٹاتے ہوں گے۔ (۴۱)

ویاکھیا

سنسار یا جال میں سکھ نہیں ہے۔ سنسار میں جو سکھی دکھائی دیتے ہیں۔ وہ بھی حقیقت میں دکھی ہیں۔ ان کا سکھ مہا لیشی کا سکھ ہے۔ سچا سکھ نہیں ہے۔ ہم انہیں گاڑیوں اور موٹروں میں پھرتے دیکھ۔ بڑے بڑے محلوں میں آنند کرتے دیکھ۔ ان کے یہاں دھن کی بہتات دیکھ سکھی سمجھتے ہیں۔ مگر اصل میں وہ سکھی نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سنسار میں سکھ ہے ہی نہیں۔ سکھ تو صرف سنسار تیاگ یا ویراگیہ میں ہے۔ اس لئے بدھیمان آدمی اس ویراگیہ کی کامنا کرتا ہوا کہتا ہے کہ وہ دن کب آویں گے جب ہم گنگا جی کے کنارے ہمالیہ کی کسی سندر اور پوتر شلا پر بیٹھ کر پدم آسن لگا کر برہم کے دھیان میں لین ہوں گے ؟ اسی دھیان میں ہم پر ایسی محویت طاری ہو جاویگی۔ (باقی اگلے انک میں)

شریمد بھگوت گیتا المعروف سرل گیتا

مترجمہ شریمان پرمارتھی ایڈیٹر مارتنڈ۔ اُردو میں یہ سب سے اچھی گیتا ہے پہلے سنسکرت شلوک پھر اُردو میں شلوک پھر لفظی ترجمہ اور پھر تشریح اور سرل نثر ہولا میں ترجمہ سادہ عادی آدمی بھی اس گیتا کی مدد سے گیتا کے اسرار کو پا سکتا ہے۔ حجم ۴۶۴ صفحات کلاں۔ قیمت مجلد ساڑھے پانچ روپے۔ رعایتی ساڑھے چار روپے۔ محصولڈاک علاوہ

شریمد بھاگوت مہا پوران

المعروف سرل بھاگوت۔ مترجمہ شریمان پرمارتھی ایڈیٹر مارتنڈ شریمد بھاگوت پوران کا مکمل شلوک وار سلیس اردو ترجمہ۔ اردو میں یہ سب سے اچھی بھاگوت ہے۔ اس کے بیشمار پاروں کا بڑا انبار ہے۔ حجم ۸۷۴ صفحات کلاں۔ قیمت اصلی دس روپے۔ رعایتی صرف ایک ماہ کے لئے آٹھ روپے۔ محصولڈاک علاوہ

شری کرشن چیتن چترا ولی

المعروف شری چیتنیہ چرتامرت۔ مہاپربھو شری کرشن چیتن اور ان کے بیسیوں بھگتوں کے حالات۔ پریم کا لہراتا ہوا مہا ساگر۔ کیرتن کے پریمیوں کو تو مہاپربھو کا جیون چرتر ادشیہ پڑھنا چاہیئے۔ اُردو میں مہاپربھو کا یہ جیون چرتر ایک انمول وستو ہے۔ اس کا مطالعہ کرکے آپ پریم ساگر میں مگن ہو جائیں گے۔ حجم ۹۰۰ صفحات۔ قیمت رعایتی پانچ روپے

شری یوگ وششٹ رسایان

موکشش الحلاشی بحثیوں کے لئے یہ بہت اپیوگی کتاب ہے۔ اس کے صرف دو چار صفحے روزانہ پڑھ لینے سے ہی گیان ہو جاتا ہے جو سبھی دنیوی کاموں سے فراغت حاصل کر چکے ہیں اور سچ مچ ہی اپنا کلیان کرنا چاہتے ہیں وہ اسے ضرور منگا کر روزانہ اس کا پاٹھ کریں۔ یہ کتاب بوڑھوں کے لئے امرت کے سمان لابھدایک ہے۔ حجم ۱۰۰ صفحات۔ قیمت رعایتی تین روپے

گایتری مہاتم

رشی دیوتاؤں کی ترقی کے لئے گایتری کا جپ سب سے اُتم ہے تین ماہ باقاعدہ جپ کرنے سے ہی سب کامنائیں پوری ہوتی ہیں۔ یہ کتاب گایتری کے بارے میں مکمل واقفیت مہیا کرتی ہے۔ گایتری ماتا کے بارے میں ایسی مکمل کتاب آپ کو دوسری نہیں ملیگی۔ منگا کر روزانہ پاٹھ کریں اور اس کے مطابق جپ شروع کر دیں اور منش جنم سپھل کریں۔ قیمت ہر دو حصہ دو روپے محصولڈاک علاوہ

شری پریم ساگر

شریمد بھاگوت کا دسواں گیارھواں اور بارھواں سکندھ مکمل۔ اس میں شری کرشن لیلا مکمل۔ اُدھو گیتا مکمل اور بہت سے دوسرے شیتی دیوتاؤں کا بیان ہے حجم ۳۰۰ صفحات کلاں۔ قیمت ساڑھے تین روپے

بھرتری جی کا نیتی شتک

مارتنڈ کا ۱۹۵۱ کا خاص نمبر۔ اس کی دیا کھیا ایسے سندر ڈھنگ سے کی گئی ہے کہ ایک بار شروع کرکے آپ ختم کئے بنا چین نہ لینگے قیمت ۲ دو روپے مگر مارتنڈ کے مارچ سے خریدار بن کر آپ اسے خریداری میں ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ سالانہ چندہ پانچ روپے

اپنشد گیان مالا

اپنشدوں کے سوا دھیائے کے بنا گیان نہیں ہوتا۔ شریمان پرمارتھی جی نے اپنشدوں کا لفظی ترجمہ معہ سرل بھاشیہ کیا ہے۔ جلد اول ایش کین اور کٹھ اپنشد ۲ دو روپے جلد دوم مہا اپنشد زیر طباعت ہے

گیان اور بھگتی کی سُندر کتھائیں

ایک ایک کتھا آپ کو بھگتی اور گیان کے رنگ میں رنگ دیگی۔ قیمت ہر دو حصہ ۲ دو روپے محصولڈاک علاوہ

اوم

رُوحانی و اخلاقی گلدستے

(جن کے مطالعہ سے کسی بھی دھرم پریمی سجن کو محروم نہ رہنا چاہیے)

ان سب رُوحانی و اخلاقی گلدستوں کی قیمت مجموعی ۲۶ روپے ہوتی ہے۔ مگر جو سجن یہ گیان اور بھگتی کا خزانہ یکمشت ہی منگائیں گے ان سے رعایتی قیمت صرف بیس روپے معہ محصول ڈاک لی جاویگی۔ بیس روپے کا منی آرڈر بھیجنے پر یہ سب گلدستے گھر بیٹھے بذریعہ رجسٹرڈ پارسل آپ کو مل جاویں گے۔ اپنا جیون سکھی اور شاندار بنانے کے لئے ان گلدستوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

نمبر	نام	قیمت
۱	رام نام کی مہما اور جپ کی ودھی ..	۸/
۲	میراں بائی کی پریم بانی معہ ترجمہ ..	۸/
۳	تلسی ... (... کے چیدہ دوہے)	۸/
۴	سُور، تُلسی، ... جی کے بھجن)	۸/
۵	کبیر شبد امرت ... جیون چرتر	۸/
۶	مارتنڈ کا کتھا نمبر (بھگتی کی کتھائیں)	۸/
۷	پرارتھنا کے ... (... پرارتھنائیں)	۸/
۸	گایتری میان (مہما اور جپ کی ودھی)	۸/
۹	تیتھی تیرتھ کتھا (اپنی ... کی منوہر کتھا)	۸/
۱۰	مارتنڈ کے تین سالانہ نمبر ...	[illegible]
۱۱	مارتنڈ کے تین سالانہ کرشن نمبر ...	۸/
۱۲	گیتا دوہاولی (کل ... ادھیائے دوہوں میں)	۸/
۱۳	شری رام کرشن پرمہنس کے اپدیش	۸/
۱۴	پران کی مہما اور پرانایام کے سرل ساتھن	۹/
۱۵	رام نام جپ مالا (روزانہ جپ کے لئے)	۶/
۱۶	سُکھ اور شانتی کے سادھن ...	۸/
۱۷	ست کبیر کی ساکھی ۵۰۰ دوہے وغیرہ	۱۲/
۱۸	پرارتھنا پشپ انجلی (پرارتھنا کے بھجن) ..	۶/
۱۹	مہاتما بھرتری ہری کا جیون چرتر ..	۶/
۲۰	نیتی شتک بالتشریح (خاص نمبر ۱۹۵۰ء)	۲۵
۲۱	مانک جپ ودھی (جپ کے پریمیوں کے لئے)	[illegible]
۲۲	رام رسائن (رام نام کی مہما کے بھجن)	۸/
۲۳	مہرشی وشوامتر کے رشی بننے کی کتھا ..	۸/
۲۴	ویدک سندھیا بالتشریح (نہایت عمدہ ہے)	۸/
۲۵	نرسنگھ تاپنی اپنشد۔ انشٹپ مہامنتر کی مہما	۸/
۲۶	مہو اپنشد ویدانت کا سار مکتی کا سادھن	۸/
۲۷	دیا بائی اور سہجو بائی کی بانی (نہایت عمدہ)	۸/
۲۸	دھیان یوگ پرکاش (آتمک اونتی کے ابھیاس)	۸/
۲۹	بھگتی کی سادھنا (بھگتی کی نایاب کتاب)	[illegible]
۳۰	پریا بھگتی۔ نارد بھگتی سوتروں کی ویاکھیا	[illegible]
۳۱	بھگتی کلپدرم (بانی گوسوامی ... مع ترجمہ)	۱۲/
۳۲	گیان اور بھگتی کی منوہر کتھائیں ہر دو حصہ	[illegible]
۳۳	... کے سادھن (لاجواب کتاب)	[illegible]
۳۴	... سوتر کی ویاکھیا۔ مارتنڈ کا خاص نمبر	[illegible]
۳۵	... تشریح و لفظی ترجمہ	[illegible]
۳۶	شری ... یوگ وششٹھ جی کا اپدیش	۸/
۳۷	شری اشٹاوکر گیتا مع ترجمہ (ضرور پڑھئے)	۸/
۳۸	خیال کی مدد سے کاروبار میں کامیابی ..	۸/
۳۹	پرہلاد جی کا آتم چنتن (الاول ایڈیشن) ..	۸/
۴۰	گایتری جپ مہاتم (الثانی ایڈیشن) ..	[illegible]
۴۱	ستی مدالسا کا اپنے پتروں کو گیان اپدیش	۸/
۴۲	تندرستی و خوشحال زندگی کے وسائل ..	۶/
۴۳	پتری تیرتھ کتھا سہ ... پنچ تیرتھ کتھا ..	۳/
۴۴	... ورت کتھا ...	۳/
۴۵	رامائن سدھا سار ... ایکناتھ ... امرت	۳/
۴۶	مارتنڈ کا بدری ... نمبر	۸/

[illegible]